عُشنا کوثر سردار

خود اپنی آگ میں جلتا کہاں سے
پرائی آگ میں جلتا رہا میں
میری تو جیت بھی ہار ہی تھی
خود اپنے آپ سے لڑتا رہا میں

"مجھے نہیں معلوم تھا اگر محبت دل میں گھر کرتی ہے تو اپنے پنجے اس طرح مضبوطی سے گاڑھ دیتی ہے کہ جب جانے لگتی ہے تو سارا وجود اور اس کی ساری توانائی اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ میں کچھ گمان کچھ بدگمانی میں محبت کے پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ میں نہیں جانتا اگر وہ بے بسی تھی یا کچھ اور' مگر میں اس لمحے میں قید ہوکر رہ گیا' اور محبت کہیں بہت دور نکل گئی۔ جیسے کوئی راستہ بھول جائے' ہاں شاید محبت رستہ بھول ہی گئی تھی اور حد تو یہ تھی کہ مجھے بھی کچھ اندازہ نہ تھا۔" اشعال حیدر نیم تاریکی میں اس کے سامنے بیٹھا بول رہا تھا۔ اور وہ سب خاموشی سے سننے کے بعد حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"محبت ان لمحوں میں ہوتی ہے جب سانس ساکن ہوتی ہے' وہ لمحہ جب وقت رکتا ہے اور ہر شے تھم جاتی ہے' پتہ نہیں واقعی تھم جاتی ہے یا یہ فقط ایک احساس ہوتا ہے مگر مجھے لگا تھا ہے دنیا رک گئی ہو اور میں لمحوں کی گنتی کرتا رہا' اعداد وشمار میں کوئی غلطی نہ ہوجائے' سو ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی گنتی کئی بار کی' مگر اس کے باوجود لگتا ہے کہیں کچھ رہ گیا ہے جو باقی ہے' جو شمار نہیں ہوا۔"

"اور تمہیں واقعی دانیہ سے محبت تھی؟" وہ بولی تو اسے اپنا لہجہ خود اجنبی لگا تھا۔ اشعال حیدر نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا' اسے اپنے سوال کے پوچھے جانے پر خود شرمندگی سی محسوس ہوئی تھی۔ برلن کے اس ریسٹورنٹ میں زیادہ لوگ نہیں تھے۔ وہ شام بہت عجیب سی تھی یا اسے عجیب سی لگ رہی تھی۔

"ایلیاہ میر' آئی کانٹ بلیو تم اب بھی اتنی ہی بدھو ہو' لیکن تم اپنے نام کا ایک ہی ماسٹر پیس ہو۔ تم جیسا کوئی نہیں..... تم یونیک ہو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تمہیں پانچ سال پہلے جس حالت میں کیمپس میں چھوڑوں گا تم مجھے اسی حالت میں واپس بھی ملوگی۔" وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے مسکرایا۔ اور وہ خجل سی ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کی طرف سے نگاہ ہٹا کر شیشے کے پار دیکھنے لگی۔ برلن شہر میں زندگی رواں دواں تھی اور وہ نہیں جانتی تھی آج ایک لمحے میں ہر طرف زندگی رواں دواں تھی تو وہ ایک لمحے میں قید ہوجائے گی۔ وہ خود کو بہت نارمل ظاہر کرنا چاہتی تھی جیسے اس اچانک ملاقات پر وہ حیران نہیں' سر راہ تو کوئی بھی مل سکتا ہے؟ وہ بہت پرسکون انداز میں مسکرائی تھی۔

"تغیر اور تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں اشعال حیدر' مگر شاید تم وہ آنکھ نہیں رکھتے جو ان تبدیلیوں کو ڈھونڈ سکے۔ پانچ سال قبل جب ہم کیمپس ختم کرکے اپنے اپنے عزائم لے کر بچھڑ رہے تھے تو کیا پتا تھا کل ہم دوبارہ بھی ملیں گے؟" وہ مسکرائی۔ "دیکھو آج برلن کی اس بھیگتی شام نے ہمیں اچانک یہاں اس جگہ ملا دیا۔ تم شاید نہیں جانتے مگر ان پانچ سالوں میں بہت سے لمحے آئے اور ان لمحوں میں زندگی بہت بدل گئی اور بدل تو تم بھی گئے ہو اشعال حیدر۔ کل کا وہ لاابالی سا لڑکا آج کا ایک مشہور بزنس ٹائیکون اور مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا جس سے آج میں ملنے جارہی ہوں وہ تم ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور وہ ہنسنے لگا تھا۔

"ایلیاہ میر' مت کہو یار تم اب بھی اتنی ہی بے خبر رہتی

ہو۔ ہر طرف سے' تم جانتی ہو جب ہم کیمپس میں تھے تو مجھے تب بھی تمہیں دیکھ کر اتنی ہی حیرت ہوتی تھی۔"

"ہاں جانتی ہوں اور تم تب بھی یہی کہتے تھے ایلیاہ میر اتنی بے خبر نہ رہا کرو کسی دن کھو جاؤ گی اور تمہیں دنیا کا کوئی مائیکروسکوپ ڈھونڈ نہیں پائے گا۔" وہ مسکرائی۔

"اور تم واقعی کھو گئیں......" اس کی بات کاٹ کر وہ تیزی سے بولا اور اس کے انداز میں حیرت تھی۔ "تم ایسے کیسے کھو گئیں ایلیاہ میر؟ تم نے تو کوئی رابطہ ہی نہیں رکھا' مجھے اندازہ نہیں تھا تم ایسے گم ہو جاؤ گی۔" وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا اور وہ پرسکون انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"میں کھوئی نہیں تھی' کچھ بزی ہو گئی تھی۔ کھونے والے کو خبر نہیں ہوتی کہ ان کے تعاقب میں کتنی آوازیں آتی ہیں' میں بھی کھونا نہیں چاہتی تھی' شروع کے دنوں میں سب کے ساتھ رابطے میں بھی تھی مگر پھر اچانک زندگی بدل گئی۔" وہ کہہ کر لب بھینچ گئی تھی۔ تبھی وہ چونکا تھا۔

"تمہاری شادی ہو گئی؟" ایلیاہ میر نے سر ہلکے سے انکار میں ہلایا اور مسکراتے ہوئے اشعال حیدر کو دیکھا۔

"شادی تو تم کر رہے تھے نا؟ پوری طرح تیار تھے۔ بس گھوڑے پر چڑھنے کی کسر باقی تھی۔ پھر اچانک کیا ہوا؟ دانیہ خان نے اچانک سے ارادہ کیسے بدل لیا؟ محبت کرتے تھے نا تم دونوں ایک دوسرے سے محبت ایسے اچانک سے کیسے اڑنچھو ہو سکتی ہے؟" ایلیاہ میر نے کہا اور وہ ایسے سوالوں سے بچنے کی سعی کرنے لگا۔ اس کا وزیٹنگ کارڈ بغور دیکھتے پھر بڑبڑایا۔

"تمہارے وزیٹنگ کارڈ پر تو مسٹر کامران جتوئی درج ہے؟ یہ کون ہے؟" اشعال حیدر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"مسٹر کامران جتوئی ہمارے فنانس ہیڈ ہیں۔ ان کی وائف کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تو ایمرجنسی میں انہیں ہاسپٹل جانا پڑ گیا' کمپنی کا سی ای او ہونے کے ناطے یہ ذمے داری میری بنتی تھی سو مجھے اس میٹنگ کے لئے آنا پڑا۔ مجھے نہیں معلوم تھا یہاں آپ ہوں گے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہیں دیکھ کر مجھے بھی حیرت ہوئی۔ ویسے کافی بدل گئی ہو تم۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"بدل گئی ہوں؟" وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"یو مین کچھ اور عجیب ہو گئی ہوں؟" وہ مسکرائی۔

"شاید......" اشعال حیدر نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے۔

"ویسے جیسی آج ہو ویسی اگر پانچ سال قبل کیمپس میں ہوتیں تو کچھ عجیب نہیں تھا کہ مجھے تم سے محبت ہو جاتی۔" وہ مسکرا دیا۔ اور ایلیاہ میر نے بس اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"ایسے خاموشی سے کیا دیکھ رہی ہو؟ تمہیں یقین نہیں ہے کہ کیا مجھے تم سے محبت ہو سکتی تھی؟" وہ مسکرایا۔ اور ایلیاہ میر کو وہ وہی پانچ سال قبل والا اشعال حیدر لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ویسی ہی شرارت تھی اور وہی لاابالی' وہ بے فکر تھا جیسے اسے زمانوں سے کچھ سروکار نہ تھا اور وقت پر جیسے اس کا کل اختیار تھا۔ وہ جانے کیوں مسکرا دی۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس کے مسکرانے پر وہ بولا۔

"تمہارا انداز آج بھی اتنا ہی بے فکر ہے جیسے تمہیں زمانوں سے کوئی سروکار نہیں اور جیسے وقت پر تمہیں مکمل اختیار ہے! اشعال حیدر مگر شاید زندگی کلیوں' مفروضوں پر نہیں گزرتی' اعداد و شمار کبھی کبھی کام نہیں آتے اور تدبیریں رائیگاں جاتی ہیں۔ ضروری نہیں جیسا ہم سوچیں ویسا ہو بھی' کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے جیسا قیاس کیا ہو اور تب شاید بہت حیرت ہوتی ہے۔" ایلیاہ میر مسکرائی۔ جیسے وہ اسے جتا رہی تھی کہ پل کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہے۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا پھر مسکرا دیا۔

"اگر میں تمہیں پروپوز کرتا تو کیا تم انکار کر پاتیں؟" وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ جیسے اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کرے گا۔ اور اشعال حیدر ایسے مسکرایا جیسے کوئی کسی کو چاروں شانے چت کرنے پر مسکراتا ہے۔ ایلیاہ میر نظر چرا کر سامنے پڑی فائل کو کھول کر دیکھنے لگی۔ جیسے اس تذکرے کو خیر باد کہہ دینا چاہتی ہو اور اس لمحے کے

تسلسل کو توڑ دینا چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کی جانب بغور دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"مگر وقت کی نبض تھم جائیں تو تم کسی لمحے کے تسلسل کو توڑ نہیں پاؤ گی ایلیاہ میر‘ مگر میں نے زمانوں کو بھی اپنی گرفت میں لینے کی نہیں ٹھانی۔ شاید میں چاہتا تھا کہ تم اگر جو بے خبر ہو تو غافل رہو۔ کیونکہ کبھی کبھی تغافل کارآمد ہوتا ہے باخبر ہونے سے کہیں زیادہ۔" وہ مسکرا رہا تھا اور وہ جیسے اس کی آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ نگاہ جھکائے فائل کو گھورے جا رہی تھی۔

"ایلیاہ میر تمہیں کبھی محبت نہیں ہوئی؟" اشعال حیدر اچانک فائل اس کے سامنے سے اٹھا کر یوں ہی دیکھنے لگا‘ انداز سرسری تھا مگر وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ایلیاہ میر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی پراعتماد نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے مسکرائی۔

"دو پرانے دوست جب ملتے ہیں تو باتیں کبھی ختم ہونے میں نہیں آتیں‘ مگر میں چاہتی ہوں اب ہم کام کی بات بھی کرلیں۔ تمہاری کمپنی پچاس کروڑ یورو کی انویسٹمنٹ کرنے کے لیے انٹرسٹڈ ہے نا؟ ہم اس کے متعلق بات کرلیتے ہیں۔" وہ اپنی طرف سے مکمل پراعتماد دکھائی دینے کی کوشش کرتی ہوئی بولی مگر وہ جانے کیوں مسکراتا رہا۔

وہ شام کچھ عجیب سی تھی۔ مسلسل بھیگتی ہوئی شامیں تو کئی بار دیکھیں تھیں اس نے برلن میں مگر اس شام میں جیسے کوئی اسرار تھا‘ کوئی بھید تھا‘ وقت کیسا اسم کرنے پر تلا تھا...... یا اپنے اندر کیا اسرار رکھتا تھا‘ وہ نہیں جانتی تھی مگر اس شام جب وہ میٹنگ برخاست کرکے لوٹی تو بہت الجھی ہوئی تھی۔

❖......○......❖

وہ اشعال سے زندگی میں کبھی ملنا نہیں چاہتی تھی‘ کچھ ایسا ہی قصد کیا تھا اس نے‘ جب وہ کیمپس میں بچھڑ رہے تھے تو اس نے یہی ٹھانی تھی کہ وہ ان لمحوں کو کبھی واپس نہیں چاہے گی‘ کبھی ان کے پلٹنے کی خواہش نہیں کرے گی‘ مگر وقت عجیب ہے‘ کبھی کبھی حیران کن موڑ پر وقت کی نبض تھم جاتی ہیں اور اس سے آگے آپ سوچ بھی نہیں پاتے۔ وہ ڈنر کی ٹیبل پر بے دھیانی سے پلیٹ میں چمچ چلا رہی تھی جب ممی نے اسے گھورا۔

"ایلیاہ‘ تم اپنا ڈنر ٹھیک سے نہیں کررہیں؟" ممی کے کہنے پر وہ چونکی اور سر نفی میں ہلایا۔

"کیا ہوا‘ تم ٹھیک تو ہو؟" ممی نے اسے تشویش سے دیکھا۔ تبھی ان کو مطمئن کرنے کے لئے وہ مسکرائی۔

"مجھے زیادہ بھوک نہیں ہے ممی‘ شام میں میٹنگ تھی‘ چائے کے ساتھ کچھ اسنیکس کھالیے تھے۔ آپ بلاوجہ فکر مت کیا کریں۔" اس نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔

"بریانی کافی اسپائسی پکائی ہے۔ حمیدہ کے ہاتھ کی تو نہیں لگتی۔"

"ثنا آئی تھی۔ اسی نے مدد کی تھی حمیدہ کی۔"

"ثنا آئی تھی اور ڈنر کیے بنا چلی گئی؟" وہ چونکی۔

"اس کی ساس سیڑھیوں سے پھسل جانے کے باعث زخمی ہوگئی تھیں‘ سو اسے جانا پڑا‘ شادی کے بعد یہی تو ہوتا ہے۔ لڑکیوں کی اپنی زندگی‘ میکے میں ٹائم گزارنا جیسے ناممکن ہوجاتا ہے۔"

"اٹس آل رائٹ ممی! آپ ہی تو کہتی ہیں لڑکیوں کی اصل زندگی شادی کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔" وہ مسکرائی۔ "بائے دا وے ثنا کی ساس زیادہ زخمی تو نہیں ہوئیں؟"

"نہیں‘ پاؤں میں موچ ہے مگر تم جانتی ہو ثنا جب بھی یہاں آتی ہے‘ پیچھے سے ایسی کوئی بکال ضرور آتی ہے۔ میں تو اپنی بچی سے بات کرنے کو ترس جاتی ہوں۔"

"تو آپ مجھ سے بات کرلیا کریں نا۔"

"تمہارے پاس کہاں وقت ہوتا ہے ایلیاہ۔ جانے کون سی گھڑی تھی جب میں نے تمہارے بیٹا ہونے کی خواہش کی تھی۔ تم تو بیٹا بن گئیں مگر میں نے اپنی ایک بیٹی کو کھودیا۔" ممی بہت افسردہ دکھائی دی تھیں۔ ایلیاہ نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسے مت کہیں ممی‘ میں نے وہی کیا جو اس گھر کی

سب سے بڑی بیٹی کا فرض تھا۔ بیٹا' بیٹی سب ایک جیسے ہوتے ہیں ممی' اولاد پر اپنے والدین کی ذمے داری اس طرح عائد ہوتی ہے چاہے وہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ اگر آج کوئی بیٹا بھی ہوتا تو وہ بھی بابا کی وفات کے بعد اپنی ذمے داریوں کو پورا کررہا ہوتا۔ ثناء' دعا' پریشے مجھ سے چھوٹی تھیں جن پر ذمے داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ مگر مجھے خوشی ہے میں نے اپنی ان ذمے داریوں کو پورا کیا' آج اپنے گھروں میں خوش ہیں اور......!"

"اور تم ایلیاہ...... تمہاری زندگی کا کیا؟ تمہارے بابا کی اچانک ڈیتھ کے بعد جو بوجھ تمہارے کاندھوں پر آن پڑا اس سے تمہاری اپنی زندگی ختم ہوگئی۔ مجھے قلق تھا کوئی بیٹا نہیں' ماں ہمیشہ بیٹے کی خواہش کرتی ہے اور میری بھی یہ خواہش تھی مگر آج مجھے افسوس ہے' مجھے ایسی خواہش کرنا نہیں چاہیے تھی۔ قدرت نے مجھے جتا دیا' بیٹا اہم نہیں' اولاد نیک ہونا چاہیے۔ بیٹی ہو یا بیٹا اپنی ذمے داریوں کو بس اٹھانا جانتا ہو تم نے جو کیا ہے شاید کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی نہیں کرتا۔" ممی کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔ ایلیاہ میر نے ان کے آنسو اپنی پوروں پر چن لیے تھے۔

"سب اچھے سے ہوگیا ہے ممی' آپ کو کس بات کا افسوس ہے اب؟" وہ ممی کو کھانا کھلانے لگی تھی۔

"تمہارا گھر آباد نہیں ایلیاہ! مجھے اس بات کا افسوس ہے۔ ان پانچ سالوں میں تم نے خود کو اپنی خوشیوں کو جس طرح اگنور کیا ہے مجھے اس کا افسوس ہے۔ جس طرح تم نے سب کی خوشیوں کے لیے خود کے آرام وسکون کو تج دیا مجھے اس کے لیے افسوس ہوتا ہے۔ میرے لیے میری چاروں بیٹیاں برابر ہیں' مگر میری خواہش ہے میں تمہیں اپنے گھر کا دیکھوں۔ جس طرح دعا' پریشے اور ثنا خوش ہیں۔" ممی نے اس کا ہاتھ روکا اور وہ خوامخواہ مسکرادی۔

"میں خوش ہوں ممی' میں آپ کے ساتھ ہوں۔ شادی کا کیا ہے' ہوجائے گی۔ شادی ہونا کیا مشکل ہے؟" وہ ممی کا موڈ بدلنے کو کہہ رہی تھی۔

"تانو کہاں ہیں؟ ابھی ہوتیں تو کہتیں تانیہ پنہ' بیٹیوں کی اتنی پروا نا کیا کر تیرے آنگن کی چڑیاں ہیں۔ دیکھنا اڑ جائیں گی اپنے آپ ایک دن۔" وہ نانو کے انداز میں بولی اور ممی مسکرادی تھیں۔

❖......○......❖

اس شخص کے سامنے آ کھڑے ہونے کو وہ کوئی معمول واقعہ قرار دے کر بھول جانا چاہتی تھی مگر وقت اس کی نفی کرنے پر لگا تھا۔ وہ آفس میں تھی جب اشعال حیدر کی کال آئی۔

"کیا ہم Heising میں مل سکتے ہیں؟" اس کے پوچھنے پر وہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ پائی۔ تبھی وہ پھر بولا۔

"اوکے میں انتظار کررہا ہوں۔" وہ حتمی طور پر فیصلہ سناتا ہوا بولا۔

"اشعال حیدر! ابھی مجھے بہت کام ہے اور......!"

"مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گی اور میں تمہیں لینے آرہا ہوں؟" مگر وہ انکار سننے کو تیار نہیں تھا۔ ایلیاہ میر کو وہ چویشن بہت مشکل لگ رہی تھی۔

"اشعال' کام زیادہ ہے اور...... ہم کل مل لیتے ہیں۔ ایسا کیا ضروری ہے؟ اگر پروجیکٹ کو لے کر کوئی مسئلہ ہے تو میرے منیجر سے مل لو۔" وہ بولی تبھی وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔

"آل رائٹ! میں تمہارے آفس آجاتا ہوں۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا تھا۔

"نہیں!" وہ تیزی سے بولی۔ "اوکے ٹھیک ہے میں Heising آجاتی ہوں۔" اس نے کہا اور اشعال حیدر مطمئن ہوگیا۔

"گڈ گرل...... میں انتظار کررہا ہوں۔" کال کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔

ایلیاہ میر کتنی دیر خاموشی سے فون کو دیکھتی رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اس کے سامنے تھی اور وہ اسے اطمینان سے دیکھتا ہوا مسکرارہا تھا۔

"ایلیاہ میر تم آدم بےزار تو ہمیشہ سے تھیں آئی نو' مگر اب کیا بات ہے خود سے بھی کترا کر گزرنے لگی ہو؟" اور

اس نے فوراً سر انکار میں ہلایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے اشعال حیدر۔ میں آفس میں تھی' یہ کیا بچپنا ہے؟ ہم بھی بعد میں بھی مل سکتے تھے۔ اتنا ضروری نہیں تھا ابھی ملنا۔" وہ ڈانٹتی ہوئی بولی مگر وہ اس کی ڈانٹ سن کر مسکرادیا۔

"ایلیاہ میر! اتنی الجھنوں میں کیوں گھر رہی ہو...... مدعا کیا ہے؟ یہ الجھنیں پہلے سے ہیں یا ان کی وجہ میرا آنا بنا ہے؟" وہ جیسے اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میری الجھنوں کا باعث تم نہیں ہو اشعال حیدر' میرے زمانوں کا تمہارے زمانوں سے کوئی واسطہ یا کوئی سروکار نہیں۔" وہ پراعتماد انداز میں بولی۔

"تمہارے زمانوں کا واسطہ میرے زمانوں سے نہیں ہوسکتا ایلیاہ میر کیونکہ تم اپنے زمانوں کو پوٹلی میں باندھ کر الماریوں میں بند کردینے کی قائل ہو۔ اگر کوئی ربط بن بھی سکتا تو تم وہ ربط بننے نہیں دیتی۔ جس طرح تم نے اتنے سالوں تک خود کو سب سے لاتعلق رکھا وہ تمہارے اندر کے خوف کو ظاہر کرتا ہے۔ میں وہ خوف تمہاری آنکھوں میں دیکھ سکتا ہوں ایلیاہ میر۔" وہ اسے جتاتے ہوئے بولا۔ ایلیاہ میر کے پاس جیسے اس لمحے کوئی الفاظ نہیں تھے۔ اشعال حیدر کی طرف سے نگاہ پھیر کر اس نے ایک گہری سانس لے کر جیسے خود کو مطمئن کیا تھا اور پھر بولی تھی۔

"اشعال حیدر تم جس وقت کی بات کررہے ہو وہ زمانے بہت پیچھے چھوٹ گئے ہیں کہیں' میں ان زمانوں میں پلٹ کر واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ ان زمانوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔" وہ مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے اگر تمہارے گزرے دن تمہارے آج کے دروازے پر دستک دیتے ہیں؟ کس بات سے خوف زدہ ہو ایلیاہ میر؟" وہ جانے کیا جتانے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ پراعتمادی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میرے گزرے دنوں میں ایسا کچھ نہیں ہے اشعال حیدر جس کا ملال یا کوئی پچھتاوا مجھے ہو۔ مجھے پیچھے پلٹ کر دیکھنے سے ڈر نہیں لگتا مگر میں اپنے آج میں جینا چاہتی ہوں۔ جو لمحے گزر جاتے ہیں ان کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ میرا لمحہ موجود میرا سب کچھ ہے۔ میرا یقین' میرا اثاثہ بس یہی ہے۔" وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ اشعال حیدر اسے خاموشی سے کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر مسکرادیا۔

"تم بدل گئی ہو ایلیا میر! تمہیں جھوٹ بولنا آ گیا ہے۔ تم ہواؤں سے چھپنے کا فن سیکھ گئی ہو' ہواؤں کی مخالفت کرنے لگی ہو۔ تمہیں ہواؤں کے مخالف چلنا آ گیا ہے۔ تم خود نہیں جانتی مگر تم اب رخ بدل کر چلنے لگی ہو۔" وہ اس کی طرف سے دھیان پھیر کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

اشعال حیدر اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔ تبھی وہ پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ پھر آہستگی سے بولی۔

"یہاں برلن میں کیا شے کھینچ لائی تمہیں؟ تم تو غالباً انگلینڈ میں تھے نا؟ کہیں تم یہاں دانیہ خان کو تلاشنے تو نہیں آئے؟" وہ جیسے اس کی بولتی بند کردینا چاہتی تھی۔ اپنی دانست میں اس نے اشعال حیدر کی کمزور نبض پر ہاتھ رکھا تھا۔ مگر دوسری طرف ری ایکشن بہت مختلف تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا' جیسے اس کے کہے کی نفی کررہا ہو۔

"تمہیں دانیہ خان کے بارے میں باتیں کرنا اچھا لگتا ہے نا؟ تم اب بھی خود سے زیادہ دانیہ خان کے بارے میں سوچتی ہو مجھے یہ جان کر حیرت نہیں ہے ایلیاہ میر کیونکہ میں جانتا ہوں تمہیں عادت ہے خود سے آنکھیں بند کرکے چلنے کی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"دانیہ خان تمہیں بھی تو اتنی ہی عزیز تھی نا؟ بلکہ تمہارے دل کے تو کچھ زیادہ قریب تھی وہ؟ تھی کہ نہیں؟" وہ مسکرائی۔ "ویسے کبھی کبھی میں ان دنوں کو سوچتی اور مسکراہٹ اپنے آپ میرے لبوں پر آجاتی تھی' کچھ زیادہ ہی بے وقوف تھے ہم۔" وہ ہر شے معمول پر ظاہر کرنے پر بضد تھی۔

"ہم نہیں' تم......" وہ جتاتے ہوئے بولا اور اس کے مسکراتے لب ایک لمحے میں بھینچ گئے تھے۔ ایک سایا سا چہرے پر آ کر گزر رہا تھا اور وہ اپنا دھیان پھیر کر دوسری سمت

دیکھنے لگی تھی۔

"تمہارا چہرہ اب بھی ویسا ہی کھلی کتاب ہے ایلیاہ میر' اس کے تمام اوراق پلٹے بنا میں اب بھی سب ایک لمحے میں پڑھ سکتا ہوں اور بتا سکتا ہوں کہ کس صفحے پر کیا درج ہے۔ تمہیں عادت ہے خود کی نفی کرنے کی۔ یہ بات تم خود بھی جانتی ہو مگر مانتی نہیں۔" جانے کیا ہوا تھا کہ وہ ایک لمحے میں بیگ کاندھے پر ڈالتی ہوئی اٹھی مگر اس سے قبل کہ وہ سرعت سے وہاں سے نکل جاتی اشعال حیدر نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میرا دم یہاں گھٹ رہا ہے اشعال حیدر۔ میں کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہوں۔" وہ جیسے یہاں سے اچانک چلے جانے کا ریزن بتا رہی تھی۔

"اوکے ٹھیک ہے ہم باہر چلتے ہیں۔" وہ رقم پلیٹ میں رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی باہر آ گیا۔ وہ اس خنک شام میں خاموشی سے چل رہی تھی۔ اشعال حیدر اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا ہوا اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

اس لمحے میں بس خاموشی تھی اور خاموشی میں جیسے بہت سے بھید تھے مگر وہ دونوں خاموش تھے۔ اشعال حیدر جیسے اس خاموشی کا سبب جانتا تھا تبھی اس خاموشی کے جمود کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

"تم دانیہ خان کے ساتھ کیوں نہیں ہو اشعال حیدر؟" اس نے یک دم پوچھا بنا اس کی طرف دیکھے۔ اشعال حیدر کے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا۔ وہ سمجھا تھا وہ کوئی اور بات کرے گی یا خاموشی کو برقرار رکھے گی مگر وہ دانیہ خان کی بات کر رہی تھی۔ اشعال حیدر نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اشعال حیدر کی خاموشی پر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس کی طرف سے نگاہ پھیر کر اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہا تھا۔

"تم تو بہت بولنے کے عادی تھے نا اشعال حیدر...... آج کیا ہوا؟ تمہارے لیے لفظ کبھی کم نہیں پڑتے تھے پھر آج تم وہ بولنے کا ہنر کہاں گنوا آئے؟ دانیہ خان کے چلے

جانے کا صدمہ ہے یا کوئی اور بات؟" اس نے چھیڑا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی مگر وہ کچھ نہیں بولا۔ ایلیاہ میر اس کی طرف سے نگاہ ہٹا کر سامنے دیکھنے لگی تھی۔ اندر جیسے بہت گھٹن تھی۔ اس نے کھل کر سانس لی تھی۔ تبھی اچانک بوندا باندی شروع ہوگئی تھی۔ وہ اس کے ساتھ قدم قدم چل رہی تھی۔ بارش کے ہونے پر دونوں نہیں چونکے تھے۔ نا ان کے چلنے کے معمول میں کوئی تبدیلی آئی تھی۔

"تم شاید بدل گئے ہو اشعال حیدر۔ تمہیں بولنے کا وصف نہیں رہا۔ دانیہ خان کیوں گئی ویسے؟ تم نے اسے جانے کیوں دیا؟ تم تو اس کے بنا جینے کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے نا؟ پھر کیا ہوا ایسے کیسے جانے دیا تم نے اسے؟ مجھے واقعی حیرت ہے اشعال اگر میں نہ کہوں تو یہ جھوٹ ہوگا۔ دانیہ خان کو تمہارے ساتھ آج نہ دیکھ کر مجھے سچ میں حیرت ہوئی۔ مجھے لگا تھا اگر کبھی زندگی میں تم سے سامنا ہوا تو تم دانیہ خان کا ہاتھ تھامے کھڑے دکھائی دو گے۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

"اور تم اسی لیے پلٹ کر پیچھے دیکھنا نہیں چاہتی تھیں؟" وہ یک دم اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"دانیہ خان یہاں نہیں ہے سو اس کے بارے میں بات کرنا معنی نہیں رکھتا' رائیٹ؟" اس پر اپنی نظر جماتے ہوئے وہ بولا۔ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے چل رہی تھی جب ایک تیز رفتار گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی دکھائی دی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ کسی حادثے کا باعث بنتی اشعال حیدر نے اسے تیزی سے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ سنبھل نہیں سکی تھی۔ تیزی سے آتی گاڑی زن سے ان کے قریب سے گزر گئی تھی مگر اس گاڑی کے شور سے کہیں زیادہ شور اسے اپنے اندر محسوس ہوا تھا۔ اس کے سینے پر سر رکھے وہ کتنی دیر تک گہرے گہرے سانس لیتی رہی تھی۔

اس کی مخصوص خوش بو اس کے نتھنوں میں گھستی محسوس ہوئی تھی۔ شاید کہیں اس کی دھڑکنوں کا شور بھی سنائی دیا تھا مگر اس شور سے کہیں زیادہ شور اس کے اپنے اندر تھا۔ اس خنک شام میں اچانک ہی کوئی الاؤ دہکا تھا۔ بارش میں کسی شعلے نے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا اور وہ آنکھیں کھول کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ نظروں میں سرد مہری تھی اور وہ نگاہ چرا گئی تھی۔ وہ اس شخص کی آنکھوں میں جیسے ایک پل کو بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بغور اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ سرعت سے اس سے دور ہوئی تھی اور خجل سے انداز میں نظریں پھیر کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔ بارش تیز ہونے لگی تھی۔ بوندوں کا تسلسل بڑھنے لگا تھا۔ وہ لحہ بھر کو ایک دوسرے سے اجنبی بنے کھڑے رہے تھے۔ جیسے کوئی واسطہ نہ ہو' نا کوئی رابطہ' دونوں بھیگ رہے تھے۔

"سو ویئر وی ور؟ (So where we were)"

وہ جیسے اس لمحے کے سرد پن یا طلسم کو توڑتا ہوا بولا تھا۔ لبوں پر دوستانہ مسکراہٹ تھی...... اور وہ ایک نگاہ اسے دیکھ کر سامنے دیکھتے ہوئے دوبارہ چلنے لگی تھی۔ اشعال حیدر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

تیز بارش میں بھیگنے کے باعث اس کا وجود کپکپا رہا تھا یہ اس کے اچانک پاس آنے کا اثر تھا یا کچھ اور مگر وہ جیسے اس لحہ اس سے بات کرتے یا اس کی سمت دیکھنے سے کترا رہی تھی۔ جیسے کسی لمحے نے اس کو اپنے اندر قید کرلیا ہو۔ اس کا چہرہ عجیب سے اثرات رکھتا تھا اور اشعال حیدر اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ اس چہرے کو سطر سطر پڑھ لینا چاہتا ہو یا وہ اسے دیکھتے رہنا چاہتا ہو۔ اس چہرے سے اس کی نگاہ بندھ سی گئی تھی۔

"کوئی لحہ گرفت میں لینے والا ہوتا ہے نا؟" اس نے پوچھا تھا مگر ایلیاہ میر نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز ہی کیا تھا۔

"ایلیاہ میر! زندگی میں بہت سی جگہ ہم اپنے رویوں پر حیران رہ جاتے ہیں۔ تم پوچھ رہی تھیں دانیہ خان کیسے چلی گئی؟ اور انکشاف یہ ہوا تھا کہ مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔" وہ بولا اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں اس سے محبت نہیں تھی؟ یا اسے تم سے محبت

نہیں تھی؟" وہ جیسے وضاحت چاہ رہی تھی۔

"سب جانتے ہیں اشعال حیدر اس رشتے کی حقیقت کیا تھی؟ دانیہ خان ملی تھی مجھے، پچھلے برس، میں زیورخ میں ایک کانفرنس اٹینڈ کرنے گئی تھی۔ وہیں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہزبینڈ کے ساتھ تھی۔ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔ پچیس منٹ تک ہم ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر ان پچیس منٹوں میں ایک بار بھی تمہارا ذکر نہیں آیا اور جب میں نے ان کی جوڑی کو سراہا بھی اس نے کہا تھا۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتی تھی۔ تم اس کے لیے غلط انتخاب تھے۔ اور شاید کوئی بے وقوفی......" وہ بولی اور وہ ہنس دیا۔ وہ چونک کر دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں شاید...... بے وقوفی...... مجھے بھی اس کا اندازہ بہت بعد میں ہوا۔ محبت ایسے نہیں ہوتی ایلیاہ میر، نہ محبت ایسی ہوتی ہے۔ میں شاید جانتا بھی نہیں تھا محبت کیا ہوتی ہے۔ اس محبت میں ہم کبھی نہیں رہے۔ محبت کبھی ہمارے ساتھ چلی نہ اس نے کوئی بات کی۔ دانیہ خان سے اس بات کا انکشاف میں نے ہی کیا تھا۔ جب وہ مجھ سے ہماری شادی کی بات کررہی تھی، مجھے لگا تھا جیسے کوئی اجنبی میرے سامنے بیٹھا ہو اور میں اس کے ساتھ دو قدم بھی نہ چل سکتا ہوں۔ کجا اس کے ساتھ پوری عمر جینا؟ سو میں نے قدم روک لیے تھے۔ وقت کی نبضیں روک دی تھیں۔ وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ میری طرف شکوہ کرتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے امید تھی میں اسے روک لوں گا، یا ابھی کہوں گا کہ یہ مذاق تھا، مگر میں نے اسے نہیں روکا۔ اسے جانے دیا...... اور وہ پلٹ پلٹ کر میری طرف بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ مگر میں پلٹ کر مخالف سمت میں چلنے لگا تھا۔ شاید محبت ہمیشہ ہمارے مخالف سمت چلنا پسند کرتی ہے اور میں اس مخالف سمت چلنے والی محبت کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ میں جیسے اس مخالف سمت میں چلنے والی ہوا کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ ہوا کبھی ہاتھ نہیں آتی، سو میرے ہاتھ بھی خالی رہے تھے۔ کون سا لمحہ ادراک کا تھا، میں نہیں جانتا تھا، مگر میرے قدم رکے نہیں تھے۔ مجھے یوں بے سمت چلنا اچھا لگنے لگا تھا، میں تنہا چل رہا تھا۔ کوئی میرے ساتھ نہیں تھا۔ مگر شاید کہیں محبت میرے ساتھ چل رہی تھی...... تھوڑی دوری پر، مگر بہت سے راستے میرے ساتھ چل رہے تھے اور محبت ان سب سمتوں میں جیسے منقسم ہو رہی تھی۔ روشنی آس پاس پھیل رہی تھی اور میں چلتا گیا اگر بے سمت بھی تھا سب کچھ، تو میں خوش تھا تنہا بھی تھا تو کوئی ملال نہیں تھا اور......!" وہ بول رہا تھا جب وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی، پھر مسکرا دی۔

"داستانیں مت سناؤ اشعال حیدر...... اگر دانیہ خان تمہیں نہیں چھوڑتی تو آج تم اس کے ساتھ ہوتے۔ بہت دیوانے تھے تم اس کے لیے، یاد ہے جب اس نے تمہاری پہنائی ہوئی ایمی ٹیشن رنگ پول کے پانی میں پھینک دی تھی؟ تم نے بنا کچھ سوچے سمجھے اس پول کے پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔ حالانکہ وہ دسمبر کی خنک ترین شام تھی مگر تمہیں جیسے پروا نہیں تھی۔ تم اتنے ہی پاگل تھے نا؟" وہ جتاتے ہوئے بولی اور وہ ہنس دیا۔

"اور تمہیں معلوم ہے وہ نقلی رنگ نہیں تھی۔ وہ اصلی ڈائمنڈ رنگ تھی۔ تبھی تو میں نے پول کے یخ ٹھنڈے پانی میں سوچے سمجھے بنا چھلانگ لگا دی تھی۔ تم خود سوچو اگر دانیہ خان کو بتا دیتا کہ وہ اصلی ڈائمنڈ رنگ ہے تو وہ اسے کبھی پانی میں پھینکتی؟" وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

ایلیاہ میر نے کپکپاتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ پھر نگاہ ایسے بے یقینی سے اس کی سمت سے پھیری تھی جیسے اسے اس پر اعتبار نہ ہوا اور اشعال حیدر نے یک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا۔ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ تبھی اس نے اپنا کوٹ اتار کر ایلیاہ میر کے شانوں پر ڈالا تھا۔ اور اس کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے البش ٹری کے نیچے آن کھڑے ہوئے تھے۔ تیز بارش اور ہوا کی وجہ سے بہت سے سفید پھول ٹوٹ کر بکھرنے لگے تھے۔ وہ دونوں چپ چاپ کھڑے تھے۔ اس خاموشی میں کیا بھید تھا۔

"ایلیاہ میر! آئی ایم سوری!" چپ کا سکوت ایک لمحے

میں ٹوٹا تب اشعال حیدر کی طرف سے معذرت کے لفظ آئے تھے۔ ایلیاہ میر نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں کیا تھا؟ وہ اس کی طرف دیکھ نہیں سکی تھی اور نگاہ پھیر گئی تھی۔

''مجھے واپس جانا ہے! اتنی دیر ہوگئی ہے۔ موسم خراب ہے اور ممی پریشان ہو رہی ہوں گی۔'' وہ یک دم بول کر پلٹنے لگی تھی۔ مگر اشعال حیدر نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ وہ پھر بولا تھا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں ایلیاہ میر! جو بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے اندازہ ہے۔ بہت غلط ہوا ہے اور......!''

''ہم پھر بات کریں گے اشعال حیدر' مجھے جانا ہے' آئی ہیڈ ٹو گو!'' وہ جیسے اس کی سننا نہیں چاہتی تھی۔

''ہم اچھے دوست ہیں کل کی طرح آج بھی۔ تم چاہو تو گھر آسکتے ہو۔ ممی کو تم سے مل کر اچھا لگے گا۔'' وہ جیسے چیزوں کو معمول پر ظاہر کرنے کے جتن کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ایلیاہ میر نے اپنا ہاتھ آہستگی سے اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور پلٹ کر چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔ اشعال حیدر اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

❖......O......❖

بہت دنوں کی بات ہے
فضا کو یاد بھی نہیں
یہ بات آج کی نہیں
بہت دنوں کی بات ہے
کئی باتیں تھیں' کئی تذکرے تھے
گئے دنوں کے سارے رنگ تھے
مگر وہ اپنی آنکھیں بند کر لینا چاہتی تھی
شباب پر بہار تھی
فضا بھی خوش گوار تھی
نجانے کیوں مچل گیا
میں اپنے گھر سے چل پڑا
کسی نے مجھ کو روک کر
بڑی ادا سے ٹوک کر
کہا تھا لوٹ آئیے
میری قسم نا جائیے!!

''مجھے تم سے محبت ہے اشعال حیدر...... بہت بہت زیادہ!'' اس کی اپنی مدھم سرگوشی اس کے کانوں میں سنائی دی تھی۔

''جانے کب سے! نہیں جانتی! مجھے اندازہ بھی نہیں' کیسے...... مگر اس محبت کی جڑیں بہت دور تک میرے اندر تک پھیلنے لگیں' بہت محبت ہے اشعال حیدر...... بہت بے حد...... بے تحاشا!'' اس کا کپکپاتا لہجہ...... اس کی سماعتوں میں گونجنے لگا تھا۔

مگر مجھے خبر نہ تھی
ماحول پر نظر نہ تھی
ناجانے کیوں مچل گیا
میں اپنے گھر سے چل پڑا
میں شہر سے پھر آگیا
خیال تھا کہ پا گیا
اسے جو مجھ سے دور تھی
مگر میری ضرور تھی

''تم نے کہا تھا نا کہہ دوگی تو موسم رک جائیں گے؟ سب رنگ مٹھی میں ہوں گے...... یہی شرط تھی نا؟ سو کہہ دیا' اب تم خاموش کیوں ہو؟ یہ خاموشی کس لیے اشعال حیدر؟ اس چپ میں کیا بھید ہیں؟ مجھے اس چپ سے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ خاموشی اتنی بڑھ کیوں رہی ہے؟ اس کا سکوت میں اپنے اندر کیوں محسوس کر رہی ہوں؟ اگر یہ محبت ہے تو اتنا ڈر کیوں ہے اس میں؟ کس بات کا ہے یہ خوف؟ کیا میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی یا پھر کیا؟ اس کی اپنی آواز اس کے اطراف گونج رہی تھی۔ کچھ دیر تک خاموشی برقرار رہی اور پھر اس کی ہنسی نے خاموشی کا سکوت توڑ دیا تھا۔

''ایلیاہ میر کیا بچپنا ہے یہ؟ آر یو کریزی؟'' وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا اور پھر لائٹس جلی اور سب کلاس میٹ' دوست وہاں تھیٹر روم میں آگئے تھے۔ سب مسکرا

رہے تھے ہنس رہے تھے۔اور وہ ساکت کھڑی تھی۔

دانیہ خان مسکراتی ہوئی اشعال حیدر کے ساتھ آن رکی تھی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔اشعال حیدر مسکرا رہا تھا۔اور وہ ساکت کھڑی تھی۔

"تم جانتی ہو ایلیاہ میر' اشعال حیدر صرف ایک لڑکی سے محبت کرسکتا ہے اور وہ دانیہ خان ہے۔تو تم نے اس کی باتوں میں آ کر ایسی بے وقوفی کرنے کی سوچی بھی کیوں؟ تم جانتی ہو نا اشعال حیدر کو عادت ہے مذاق کرنے کی؟ وہ ان باتوں کو سریس کہاں لیتا ہے۔اسے محبت ہے تو صرف دانیہ خان سے۔اور اس سے یہ اگلوانا بھی آسان نہیں تھا۔ اشعال حیدر اتنی ٹیڑھی کھیر ہے یہ میں ہی جانتی ہوں۔" وہ مسکرا رہی تھی اور ایلیاہ میر کی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگی تھیں' سارے منظر لحہ بھر میں دھندلانے لگے تھے۔

"آہ ایلیاہ میر' تھیٹر کرتے کرتے تمہیں اچانک سے یہ شوق کیا آ گیا؟ تم اشعال حیدر کی باتوں میں آ کیسے گئیں؟ کیمپس کے تھیٹر میں کسی ڈرامے میں کام کرنا' ڈائیلاگز بولنا اور بات ہے اور اشعال حیدر کا دل جیتنا اور بات......اور تم تو جانتی ہو اسے محبت نہیں ہو سکتی۔" اور اس پر منوں پانی آن پڑا تھا۔کیسی شرمندگی سی شرمندگی تھی کسی نے اس کا انکار کیا تھا۔اس کے وجود کی نفی کی تھی۔اس کا مذاق بنایا تھا۔خود اپنے سامنے نہیں' سب کے سامنے...... کئی چہرے تھے جو اس کی جانب دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ مذاق اڑا رہے تھے اس پر ہنس رہے تھے۔اشعال حیدر کے لیے مذاق تھا یہ۔

اس کی محبت......اس کے جذبات' اس کے لیے سب مذاق تھا۔یہ تھا اس کا دوست......اس کا سب سے قریبی دوست' کیسا مذاق بنایا تھا اس نے اس کا۔اس کے اکسانے پر وہ اس تھیٹر میں آئی تھی۔اس کے کہنے پر اس نے اس پلے میں حصہ لیا تھا۔اس کے کہنے پر اس نے وہ ڈائیلاگز بولے تھے' وہ محبت جو اس کے لیے اس کے دل میں تھی۔وہ خاموشی کو توڑ کر پہلی بار اس سکوت سے باہر آئی تھی' مگر کیا قدر رہی تھی؟ اس کے لیے سب مذاق تھا......

اور کتنی بڑی انسلٹ ہوئی تھی اس کی۔وہ ساکت سی کھڑی تھی۔اس کی کیسی تضحیک کی گئی تھی۔کتنی بے عزتی ہوئی تھی اس کا وقار......اس کی انا......اس کا نسوانی وقار......سب جیسے مٹی میں رل گیا تھا۔سب کو چپ کرنے کو وہ چیخی تھی۔

"شٹ اپ! ایسا کچھ نہیں ہے' میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ اشعال حیدر جیسے پلے بوائے سے محبت کرنے کی غلطی کروں۔اشعال حیدر سب سے قریب میرے ہے' میرا سب سے اچھا دوست ہے' تو کیا میں اسے جانتے بوجھتے ایسی حماقت کرسکتی ہوں؟ جب کہ میں جانتی ہوں کہ وہ دانیہ خان کے ساتھ ہے۔اشعال حیدر نے مجھ سے کہا تھا' ہمیں پلے کے لیے ریہرسل کرنا ہے' اور اس نے اسکرپٹ میرے ہاتھ میں دیا تھا۔وہ اسکرپٹ تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ایلیاہ میر اتنی بے وقوف نہیں اپنے اس دوست کا اعتبار کرے اور محبت؟ آہ نو' آئی کانٹ لو یچ پرسن۔مجھے سرے سے محبت پر یقین ہی نہیں۔کجا اس پلے بوائے سے محبت کرنا۔" وہ اپنا مان رکھنے' اپنا وقار بحال کرنے کو مسکرائی تھی۔

اشعال لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔اور دانیہ خان اشعال حیدر کو دیکھنے لگی تھی۔

"اشعال حیدر......تم سے محبت کبھی نہیں کرسکتی ایلیاہ میر' اس زندگی میں تو نہیں' شاید یہ تمہارا خواب رہے یا حسرت' مگر ایلیاہ میر اتنی بے وقوف نہیں ہے۔" وہ مسکرائی' اسی پراعتماد انداز سے۔وہ اپنا وقار بحال کرنے میں کامیاب رہی تھی۔اس کا اعتماد بحال ہو چکا تھا خود پر۔وہ اتنی ہی خود اعتمادی سے کھڑی تھی۔وہی تمکنت تھی اس میں۔

"منہ دھو رکھو اشعال حیدر' مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے نظر باز ہو کہ اپنی دوست پر بھی نظر رکھو گے؟" وہ مسکرائی۔ "کھیل ہی کھیلنے ہیں تو ڈھنگ سے تو کھیلو' تمہیں تو کھیلنا بھی نہیں آتا اشعال حیدر۔ایسے فضول بچکانہ کھیل تو بچے بھی نہیں کھیلتے۔یہ امید نہیں تھی تم سے۔" وہ مسکرائی اور پھر اعتماد سے چلتی ہوئی اس کے پاس سے ہو کر وہاں سے نکل گئی۔

وہی حسین شام ہے!

بہار جس کا نام ہے
چلا ہوں گھر کو چھوڑ کر
نا جانے جاؤں گا کدھر
کوئی نہیں جو روک کر
کوئی نہیں جو ٹوک کر
کہے کہ لوٹ آئیے
میری قسم نہ جائیے
میری قسم نہ جائیے!!

"ایلیاہ میر!" وہ کوریڈور میں اس کے پیچھے آیا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو رکی مگر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اشعال حیدر دوڑتا ہوا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"ایلیاہ میر' میں......!!"

"شٹ اپ اشعال حیدر' ایک لفظ بھی مت کہنا۔ نہیں سننا چاہتی میں تمہیں۔ مجھے نہیں پتہ تھا تم نے یہ پلان بنایا ہے ورنہ میں کبھی تمہارے ساتھ اس پلے میں کام کرنے کی حامی نہیں بھرتی۔ کیا سمجھتے ہو؟ بہت توپ چیز ہو؟ کہاں کے ہیرو ہو؟ اگر تم کہیں کے پرنس بھی ہوتے تو ایلیاہ میر تمہیں نہیں چنتی! تم بہت بے تکی اور بچکانہ حرکتیں کرتے ہو اشعال حیدر' تمہیں دوست ہونے کے ناطے ہر بار رعایت نہیں دی جاسکتی۔ کیا ثابت کرنے چلے تھے...... کیا ہو تم اشعال حیدر؟ تم سوچ بھی کیسے سکتے ہو مجھ جیسی لڑکی کو تم سے محبت ہوسکتی ہے؟ وہ سب اسکرپٹ تھا' اشعال حیدر اور وہ تمہارا رچایا گیا ایک بچکانہ کھیل۔ آئندہ ایسے بچکانہ کھیل پلان کرنے سے پہلے سوچ لینا۔ ہر لڑکی دانیہ خان کی طرح بے وقوف نہیں ہوتی؟ تم جیسے دوست سے بہتر ہے میں ایک دشمن پال لوں۔" کہتے ہی وہ چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی اور اشعال حیدر اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

تیز بارش کی بوچھاڑ اندر آرہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے' ممی نے نجانے کب اندر آ کر روم کی کھڑکیوں کو بند کیا تھا۔ وہ چونک کر ممی کو دیکھنے لگی تھی۔

"کہاں چلی گئی تھیں تم ایلیاہ؟ کئی بار فون کیا تمہارا فون سوئچڈ آف تھا اور آفس سے پتہ چلا کہ تم میٹنگ کے لیے گئی ہو؟ موسم اتنا خراب تھا میرا تو دل ہولا جارہا تھا۔" ممی اس کے سامنے آرکی تھیں۔

"سوری ممی' سیل فون کی بیٹری ڈیڈ تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا' اتنا وقت لگ جائے گا۔ آپ نے ڈنر کیا؟" ممی اس کے سامنے بیٹھ کر اس کے لیے کافی بنانے لگی تھیں۔

"یہ کیا تم نے چینج نہیں کیا؟ ابھی تک اسی طرح گیلے کپڑوں میں ہو۔ چلو اٹھو فوراً چینج کرکے آؤ۔ بیمار پڑ جاؤ گی۔" مگر وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ کافی کا کپ اٹھا کر سپ لیا تھا۔ پھر ممی کی طرف دیکھا۔

"میں اشعال حیدر سے ملی تھی ممی!"

"اشعال سے؟ اشعال یہاں' برلن میں کیسے؟" وہ چونکی پھر مسکرائی تھیں۔

"وہ یہاں بزنس کے سلسلے میں آیا ہے۔ ہماری کمپنی میں انوسٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"اچھا' یہ تو اچھی بات ہے۔ وہ تو کافی نان سیریس ٹائپ لڑکا تھا نا۔ پانچ سال میں کتنا بدل گیا سب کچھ۔ دانیہ خان سے شادی ہوگئی اس کی؟ دانیہ بھی ساتھ ہے اس کے؟" ممی نے پوچھا۔

"نہیں ممی...... دانیہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔ میں نے نہیں پوچھا اس سے کہ شادی ہوئی یا نہیں۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے وہ گھر آسکتا ہے۔"

"یہ تو اچھا کیا تم نے۔ لیکن تم اتنی تھکی ہوئی کیوں لگ رہی ہو...... کیا ہوا؟" ممی نے اسے جانچا۔

"کچھ نہیں ممی...... آج کل کام کچھ زیادہ ہے سو!" اس نے بات بنائی' پھر کافی کا کپ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چینج کرکے آتی ہوں۔" کہتے ہی وہ اٹھی اور واش روم میں گھس گئی۔

❖......O......❖

وہ شاید جیسے کوئی اشارہ چاہتا تھا۔ ممی نے فون کرکے اسے انوائیٹ کیا اور اگلے ہی دن وہ ڈنر کے لیے ان کے گھر میں تھا۔ نانو اور ممی کے ساتھ گپیں مارتا ہوا' وہ وہی پرانا اشعال حیدر لگ رہا تھا۔ جیسے پانچ سال کا کوئی گیپ آیا ہی

نہیں۔ جیسے اس کا اس گھر کے لوگوں سے کوئی رشتہ ٹوٹا ہی نہیں تھا۔ یونیورسٹی میں تھے تو سبھی فیلوز کے ساتھ وہ تقریباً ہر روز آن دھمکتا تھا اور فیلوز نہ بھی آتے تو وہ آن موجود ہوتا۔ کبھی اسے نانو کے ہاتھ کا بنا کدو کا حلوہ کھانا ہوتا اور کبھی اسے ممی کے ہاتھ کی چائے اور سموسے کھینچ لاتے۔

"تمہیں کوئی کام نہیں ہے ہر روز آن دھمکتے ہو؟" وہ چڑ کر کہتی تھی۔

"ہاں نہیں ہے کام۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اس کی پلیٹ میں سے کھانے لگتا تو وہ گھورنے لگتی تھی۔

"تمہیں خود تو کوئی کام ہے نہیں، آ کر مجھے بھی ڈسٹرب کرتے ہو۔" وہ چڑ کر کہتی۔

"اوہ تو تمہیں میرا آنا ڈسٹرب کرتا ہے؟" وہ شرارت سے مسکراتا۔ "اچھا کیا ہوتا ہے؟" وہ چھیڑنے لگتا۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ...... میرا ٹیسٹ اتنا خراب نہیں ہے۔ منہ دھو رکھو۔ تم جیسے فلرٹ ٹائپ بندے سے سو قدم دور ہو کر چلنا پسند کروں گی میں۔ پرلے درجے کے دل پھینک ہو۔ اس روئے زمین پر آخری آپشن بھی بچے تب بھی میں تمہارے لیے نہیں سوچنا چاہوں گی اشعال حیدر۔" وہ گھورتے ہوئے جتاتی اور کتاب لے کر اٹھ کھڑی ہوتی۔ مگر وہ ہاتھ تھام لیتا وہ غصے سے پلٹ کر دیکھتی۔

"تمہیں اچھا لگتا ہے اپنے اس فیانسی کے خواب دیکھنا؟" وہ مسکرا کر کہتا۔

"ہی از نائٹ مائی فیانسی بٹ ایک پروپوزل ہے وہ بس۔ ابھی کچھ فائنل نہیں ہوا اور تمہیں کیوں پیٹ میں درد اٹھ رہا ہے اگر میں کسی کے خواب دیکھتی بھی ہوں تو؟ تم جاؤ نا اپنی دانیہ خان کے پاس۔ جاؤ اس کا دماغ کھاؤ۔"

"اوہ جیلسی، اتنی جلن؟" وہ چھیڑتا وہ غصے سے گھورتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچتی۔

"سنو دوست ہو اس لیے برداشت کر رہی ہوں ورنہ اٹھا کر باہر پٹخ آتی۔" وہ بنا پروا کیے اسے ہاتھ تھام کر سکون سے بٹھاتا اور آرام سے اس کی پلیٹ میں سے نگٹس اٹھا کر کھانے لگتا۔

"اتنا نمکین کھاتی ہو اسی لیے موڈ اتنا خراب رہتا ہے تمہارا۔ تھوڑا میٹھا بھی کھایا کرو۔ نانو کدو کا حلوا اچھا بناتی ہیں، اور گلاب جامن بھی۔ تم کہو تو تمہارے لئے بھی کہہ کر بنوا دوں؟" وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا۔ وہ گھورنے لگتی۔

"اشعال حیدر! تم جیسا ڈھیٹ شخص کبھی نہیں دیکھا میں نے۔ اس عمر میں نانو کو پریشان کرتے ہو تم۔ کوئی کام نہیں کرواتا ان سے۔ یہ کوئی کام کرنے کی عمر ہے ان کی؟ تم جب آتے ہو ادھر ادھر کی فرمائشیں کر کے ناک میں دم کر دیتے ہو اور وہ نانو بچاری تمہارے لیے......"

"اچھا جلن کم ہوئی ہے یا بہت زیادہ؟" وہ اس کی بات کاٹ کر پرسکون انداز میں پوچھتا۔ وہ چونک کر دیکھتی۔ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اور وہ اس کی کیفیت سمجھ کر مسکرا دیتا۔

"مس ٹیوب لائٹ آئی ٹاکنگ اباؤٹ دانیہ خان...... جلن ہوتی ہے نا؟"

"شٹ اپ اشعال حیدر تم کتنے اری ٹیٹنگ ہو اگر تم دوست نہ ہوتے تو قسم سے تمہیں کبھی برداشت نہیں کرتی۔" وہ نگاہ پھیرتے ہوئے کہتی۔

"مگر مجھے جلن ہوتی ہے۔" وہ نگٹس کھاتے ہوئے اطمینان سے کہتا۔ وہ چونک کر دیکھتی۔

"تمہارے دماغ کی بتی ہمیشہ اتنی ہی دیر سے جلتی ہے کیا؟ اس افلاطون کی بات کر رہا ہوں جس کا پروپوزل تمہارے لیے آیا ہے۔" وہ جتاتا۔

"تمہیں اس سے کیوں جلن ہوتی ہے؟" وہ چونک کر اسے دیکھتی پھر اس کے شرارت سے بھرے انداز پر اسے مزید گھورتی۔

"مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش مت کیا کرو۔ اٹھا کر سمندر میں پھینک آؤں گی کسی دن۔" وہ دھمکی دیتی۔

"یار کتنی دھمکیاں دیتی ہو تم۔ پچاس کلو سے زیادہ وزن نہیں ہے تمہارا، مجھ جیسے اونچے لمبے انسان کو کیسے اٹھا سکتی ہو تم؟ ہاں اگر تمہارا موڈ ہو تو میں اپنے بازوؤں میں اٹھا کر تمہیں سمندر کنارے واک کروا سکتا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکراتا۔ وہ ہاتھ کا مکا بنا کر اسے انتہائی غصے سے دیکھتی

پھر اٹھ کر وہاں سے نکل جاتی۔ وہ روز اس پر بگڑتی مگر وہ بنا پروا کیے روز آن دھمکتا تھا۔

"تم اس گدھے سے شادی کرو گی؟" وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی جب وہ اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ پلٹ کر اطمینان سے اسے دیکھتی۔

"تمہارا پرابلم کیا ہے اشعال حیدر؟ مجھے خبر بھی نہیں ہے اور تم ہر دن ایک نئی نیوز کے ساتھ آن دھمکتے ہو؟ اب کیا سن کر آئے ہو؟ میری شادی کی ڈیٹ فکس تو نہیں کروا آئے؟" وہ پرسکون انداز میں اسے دیکھتی۔

"یار ٹیوب لائٹس ناٹ فیئر' اتنی جلدی شادی کا موڈ ہے تمہارا؟ ابھی تو میں اپنے قدموں پر بھی کھڑا نہیں ہوا۔ اب کہیں تم مجھے کڈنیپ کر کے زبردستی شادی مت کر لینا۔" وہ اپنے نام کا ایک تھا۔ وہ گھورتی رہ جاتی تھی مگر اس پر جیسے کوئی اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔

"وہ تمہارے ساتھ بالکل سوٹ نہیں کرے گا۔ مانا دماغ سے ٹیوب لائیٹ ہو مگر اب ایسی گئی گزری بھی نہیں ہو۔ آئی مین ٹھیک ٹھاک ہی لگتی ہو دیکھنے میں۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"یہ رشتہ میری مرضی سے نہیں ہو رہا ڈیڈ کے دوست کا بیٹا ہے۔ مجھے نہیں پتہ ڈیڈ کیا فیصلہ کرتے ہیں لیکن ڈیڈ جو بھی سوچیں گے میرے لیے بہتر ہوگا۔ زندگی مذاق نہیں ہے اشعال' ڈیڈ دل کے پیشنٹ ہیں میں ان کی کوئی بات رد نہیں کر سکتی۔ ڈیڈ کو بہت خواہش تھی بیٹے کی' جب میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھی تب سے۔ جب انہوں نے نیا بزنس شروع کیا ان کے دماغ میں تھا کہ بیٹا ہوگا اور یہ بزنس آگے جا کر وہ سنبھالے گا۔ مگر جب بیٹے کی جگہ میں اس دنیا میں آئی تو ڈیڈ نے بالکل بھی ری ایکٹ نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیشہ مجھے ایک بیٹے سے زیادہ پیار دیا اور میں اپنے ڈیڈ کی بیٹی نہیں بیٹا ہوں۔ میں کبھی ان کو کوئی تکلیف نہیں دوں گی۔ میں ابھی سے ان کے ساتھ ان کا بزنس دیکھ رہی ہوں۔ ان کا پورا خیال رکھ رہی ہوں۔ وہ مجھے آنکھیں بند کر کے کنویں میں چھلانگ لگانے کو کہیں گے تو آئی ول ڈو اٹ۔" اس کا لہجہ مضبوط تھا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا اور وہ پلٹ کر مضبوط قدموں پر چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

"ایلیاہ' دیکھو بیٹا چائے کا پانی کھول رہا ہے۔" ممی کی آواز اسے ان بیتے دنوں سے واپس کھینچ لائی تھی۔ وہ جلدی سے چائے کی پتی ڈالنے لگی تھی۔

"آج کتنے دنوں کے بعد گھر گھر لگ رہا ہے نا؟ ہم تو جیسے مشینی زندگی جیتے چلے جا رہے تھے۔ لگی بندھی روٹین کے ساتھ۔ کتنے دنوں بعد دل سے کھل کر مسکرائے' اس گھر میں ہنسی کی آواز گونجی۔ تم کہہ رہی تھیں اشعال بدل گیا ہے وہ تو ویسا کا ویسا ہے۔" ممی مسکرا رہی تھیں۔ وہ جیسے زبردستی مسکرائی تھی۔

"ممی میرے سر میں کچھ درد ہے آپ پلیز' اس چائے کو دیکھ لیں۔" کہتے ہی وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔

"ایلیاہ نے خود پر زندگی کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ شہاب میر کی موت کے بعد اس نے اس کے حصے کا سارا بوجھ اپنے کاندھوں پر لے لیا۔ شہاب میر اسے اپنا بیٹا کہتا تھا اور وہ بیٹا بن گئی۔ تینوں چھوٹی بہنوں کی شادیاں کیں' شہاب کے بزنس کو آگے بڑھایا۔ ماں کا ہم سب کا خیال رکھا مگر وہ خود اپنے آپ کو بھول گئی۔ خود اپنی زندگی داؤ پر لگا دی اس نے۔ اپنی منگنی ختم کر دی' وقت آگے بڑھ گیا مگر جیسے اسے پروا تک نہیں۔ سب کی دیکھ بھال اسی طرح کرتی ہے وہ۔ سب کا خیال ویسے ہی رکھتی ہے مگر خود اپنی فکر کرنا بھول گئی ہے۔" وہ راہداری سے گزر رہی تھی جب نانو کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔

وہ جانے کیوں بجائے اپنے کمرے میں جانے کے اس طرف آ گئی تھی۔ نانو اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی تھیں۔ وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پھر مسکرایا تھا۔

"تم نانو کو اتنا تنگ کرتی رہی ہو؟" وہ اس کی خبر لینے لگا تھا۔ وہ اطمینان سے اسے دیکھتے ہوئے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جیسے وہ کمزور پڑنا یا خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"تم نے ہی تو سب کیا ہے!" وہ جیسے بہت کچھ جتا رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو چپ ہو کر دیکھنے لگی تھی۔

"نانو بتاؤ اس کے سامنے...... یہ آپ سے روز فرمائشیں کر کے کدو کا حلوہ اور گلاب جامن بنواتی رہی ہے نا؟" وہ اپنی ازلی شرارت سے بول رہا تھا، نانو مسکرا دی تھیں۔

"میں تمہاری طرح اتنا میٹھا نہیں کھاتی۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"ہاں جانتا ہوں، تبھی اتنی کڑوی باتیں کرتی ہو۔" وہ مسکرایا۔

"اچھا بچوں تم بیٹھو باتیں کرو میں ذرا نماز پڑھ لوں۔" نانو ان دونوں کی باتوں پر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

نانو کے جانے کے بعد اشعال حیدر نے اسے بڑے آرام سے دیکھا۔ وہ پلٹ کر جانے لگی، جب اشعال نے کلائی تھام لی تھی۔ وہ چونکی پھر پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ نظروں میں کوئی شناسائی نہیں تھی۔ جیسے وہ اس سے آج پہلی بار ملی ہو۔

"مجھے ہر بار کیوں لگتا ہے ایلیاہ شہاب میر کہ تم مجھ سے پہلی بار ملی ہو؟ تمہارے چہرے پر ہر بار پہلے سے زیادہ اجنبیت کیوں ہوتی ہے؟ اور یہ آنکھیں جیسے یکسر انجان بن جاتی ہیں۔ جیسے انہوں نے کوئی سرگوشی سنی نا ہو؟ ایسا کیا کرتی ہو تم ایلیاہ شہاب میر یہ جو وسوسے تمہاری آنکھوں میں تیرتے ہیں یہ کوئی ان کہی سرگوشی ہیں یا ان کے مفہوم ان باتوں سے بھی گہرے ہیں۔ جنہیں میں سمجھنے کے جتن آج تک کرتا آیا ہوں؟ اور یہ بھید ہر بار پہلے سے سوگناہ کیسے ہو جاتے ہیں؟" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا، بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا۔ وہ نظر چرا گئی تھی۔ وہ اس کے مقابل کھڑا تھا۔ اس کو اپنا آپ پسپا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

"ایلیا میر، وسوسے ٹھیک نہیں، انہیں رکھنے سے یہ بڑھتے ہیں اور ان کا سوگناہ یا ہزار گنا ہونا خوابوں کے تسلسل کو عمل میں آنے ہی نہیں دیتا۔ زندگی کے لیے ان وسوسوں کا ختم ہونا ضروری ہے تا کہ ان کی جگہ خوابوں کو ملے۔ زندگی میں زندگی کا بہاؤ بہت ضروری ہے اور تم تمام دروازے بند کرتی آئی ہو۔" وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔ وہ جیسے الجھن میں گھری کھڑی تھی۔

"ان باتوں کا کیا مطلب نکلتا ہے اب اشعال حیدر؟ تمہیں نہیں لگتا تم فضول باتیں کر رہے ہو۔ جن کا کوئی سر پیر نہیں۔ زندگی کی سمجھ بوجھ تم سے زیادہ ہے مجھے۔ تم نے زندگی کو مذاق بنایا ہے ہمیشہ اور ساری باتوں کو مذاق میں اڑایا ہے، تم زندگی کو اتنے سریس انداز میں ڈسکس کرتے اچھے نہیں لگتے۔ جسے خود زندگی کا پتہ نہ ہو وہ دوسروں کو نشان دہی کرتا اچھا نہیں لگتا۔" وہ جیسے حقائق بتا رہی تھی۔ مگر وہ اسی طور بغور اسے دیکھتا رہا تھا۔

ایلیاہ میر نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا مگر اس نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ الجھ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"شادی کرو گی مجھ سے ایلیاہ میر؟" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتا ہوا بولا۔ وہ جیسے ساکت سی رہ گئی تھی۔

"میں تمہارا ہاتھ تھام کر زندگی کے راستوں پر آگے بڑھنا چاہتا ہوں ایلیاہ شہاب میر...... پھر وہ راستے چاہے طویل ہوں یا مختصر اس سے فرق نہیں پڑتا۔ تم اپنی زندگی میرے ساتھ گزارنا چاہو گی؟" وہ پوچھ رہا تھا اور وہ ساکت سی کھڑی تھی۔

"ایلیاہ میر رشتوں کی ابتدا کیسے ہونا چاہیے نہیں جانتا میں، مگر اس رشتے کی داغ بیل میں اپنے پورے دل سے ڈال رہا ہوں۔ جو چیزیں خود سے بنائی جاتی ہیں انہیں آپ کبھی توڑ نہیں سکتے اور یہ رشتہ میں بنانا چاہتا ہوں۔ زندگی کی یا اس کے تمام اسرار و رموز کی خبر چاہے نہ ہو مجھے مگر اتنا معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ ول یو میری می؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اور وہ یک دم ہی سر انکار میں ہلانے لگی تھی۔

"نہیں...... کبھی نہیں......!" بہت مدھم لہجے میں کہہ کر وہ یک دم پلٹی اور وہاں سے نکل گئی۔ اشعال حیدر اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

نومبر ۲۰۱۵ء کے شمارے کی ایک جھلک

روپ بھروپ اس دنیا میں لوگوں کے کئی روپ ہوتے ہیں' ہر روپ دوسرے سے جدا اور نرالا ہوتا ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے دنیا کو جان لیا ہے' سمجھ لیا ہے' جو بھی دنیا کے روپ کو سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے سامنے ایک نیا بھروپ سامنے آ جاتا ہے۔ اس رنگ بدلتی دنیا کا احوال' نئے افق کے کہنہ مشق لکھاری محمد سلیم اختر کے قلم سے ایک طویل ناول قلندر ذات: یہ کہانی ایک ایسے مرد آہن کی ہے جو ذات کا قلندر تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا جو اپنے تئیں دنیا تسخیر کرنے کی دھن میں انسانیت کے دشمن بن گئے تھے۔

نا معتبر: زندگی کے معتبر اور نامعتبر راستوں میں الجھی ہوئی زندگیاں بسا اوقات اپنی ہویت سے بھی انکار کر دیتی ہیں۔ جو کچھ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے، وہ بھی جھوٹ اور افسانوی منظر محسوس ہوتا ہے اور جو دکھائی نہیں دیتا، اس پر دل یقین کی تمام تر دولتیں لٹانے پر کمر بستہ ہوتا ہے۔ یہ داستان بھی زندگی سے نبرد آزما شعلہ رو انسانوں کو درپیش آنے والے واقعات کے گرد دیوانہ وار رقص کرتی ہے۔ وہ دو مذاہب کے بیچ لٹکتے ہوئے زندگی گزار رہی تھی اور مایوس ہوئی تو روشنی کی کرن چمک اٹھی۔ اردو ادب کے معتبر قلم کار کے قلم سے ایک نامعتبر مخلص کا احوال۔

بے نام چہرہ: مرزا ناصر بیگ چغتائی آج کل صحافت کے میدان میں این بی سی کے نام سے مشہور ہیں، انتہائی سنجیدہ اور بردبار شخصیت کے مالک مانے جاتے ہیں اور ہیں بھی لیکن ہم انہیں اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ کھلنڈرے نوجوان اور یونیورسٹی میں بائیں بازو (ترقی پسند) کے سرگرم کارکن کے طور پر جانے جاتے تھے۔ انہوں نے صحافت کا آغاز روزنامہ مساوات کراچی سے کیا۔ اسی دوران موصوف ماہ نامہ نئے افق اور ماہنامہ نیا رخ سے وابستہ ہوئے اور محترم اظہر کلیم کی سرپرستی میں بڑی شاہکار کہانیاں قارئین کو دیں۔ ان کے لکھنے کا سلسلہ 1988ء تک جاری رہا۔ اس دوران وہ روزنامہ امن چھوڑ کر جب جنگ، جیو اور پھر اب تک سے وابستہ ہوئے تو لکھنے لکھانے کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔ آج کل آپ بول چینل سے وابستہ ہیں مگر ہم آج تک یہ طے نہیں کر سکے ہیں کہ آپ صحافی اچھے ہیں یا لکھاری۔ اس ماہ انہوں نے بے حد اصرار پر ایک خوب صورت تحریر انگریزی ناول کا ترجمہ عنایت کیا ہے اسے پڑھ کر آپ خود کہہ اٹھیں گے الیکٹرانک میڈیا نے ہم سے کتنا خوب صورت لکھاری چھین لیا ہے۔ اک حسینہ کا فسانہ پُر درد، اس نے بچپن میں اپنے والدین کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

❖......O......❖

ایلیاہ میر Branden Burg Gate پر تھی شام کی روشنی میں سارا ماحول جیسے سنہری کرنوں کی لپیٹ میں تھا۔ اسے خبر نہیں ہوئی تھی وہ کب اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا' وہ عجیب دیوانگی آنکھوں میں لیے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ برینڈن برگ گیٹ سے ٹکرا کر منعکس ہونے والی روشنی جیسے ساری کی ساری اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نظروں میں نہ کوئی شکایت' نہ کوئی شکوہ' نہ سوال تھا' وہ عجیب بے تاثر سی لگ رہی تھی۔

"ایلیاہ میر اتنے دن سے تم میرا سامنا کیوں نہیں کر رہیں تھیں؟ اس میں کیا اسرار ہے؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے چہرے سے سب راز چرالوں گا" تمہارے دل کو سب اگلنے پر مجبور کردوں گا؟ یا پھر تمہیں خود پر کنٹرول نہیں رہے گا؟ کس بات کا خوف ہے یہ ایلیا شہاب میر؟" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ اس لمحے میں کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی فوراً بولی۔

"مجھے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اشعال حیدر تم نے جو پوچھا تھا میں نے اس کا جواب تمہیں دے دیا تھا اسی روز...... اور اس کے لیے ہمارے درمیان کچھ بھی ڈسکس کرنے لائق ہے نہیں۔ ہم اچھے دوست تھے اشعال حیدر' میں چاہتی ہوں وہی تاثر باقی رہے۔ اگر کل کہیں اتفاق سے سرراہ یا کہیں دانستہ ہم ملیں تو ہم میں وہ مروت باقی رہے۔ رشتوں میں مروت رہنا ضروری ہے۔ یہ اسلوب تمہیں آنا چاہئیں اشعال حیدر...... اگر نہیں آتے' تو سیکھ لو۔ جو رشتہ تھا ہم میں وہ اسی طور باقی رکھنا چاہتی ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہونا چاہیے کہ میں وہ رشتہ ختم نہیں کر رہی۔ ہم آج بھی ملے ہیں تو وہ ایک تاثر باقی رہنا چاہیے۔ میں کوشش کر رہی ہوں تم سے رواداری برتنے کی۔ میانہ روی رکھنے کی' کب...... کہاں...... کیا ہوا میں کچھ یاد نہیں کرنا چاہتی نہ ہی میں تم سے کوئی نیا رشتہ استوار کرنا چاہتی ہوں۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

وہ بغور تکتا ہوا مسکرادیا۔

"تمہاری آنکھوں سے روشنی پھوٹ رہی ہے ایلیاہ میر' جو میری روح میں جذب ہو رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم جو سب کہہ رہی ہو اس کی حقیقت کچھ نہیں...... خود سے جھوٹ بولنے کی مشق کرنا چاہیے تھی تمہیں شاید کوئی فیورل جاتی مگر تمہاری آنکھیں تمہارے خلاف بول رہی ہیں۔ خود کو روکنے سے پہلے اپنی ان آنکھوں کو منع کرو کہ مجھ سے راز کی باتیں نہ کہیں۔ تمہاری قلعی کھل رہی ہے۔ تمہیں خود کو مضبوط کھڑا کرنے کا ضبط ہے اور اس کے لیے چاہے سب ڈھے جائے۔"

"ہاں ہے مجھے خبط تو پھر...... تم کیا کر رہے ہو اشعال حیدر؟ ایک رشتہ نہیں بن سکا سو تم کہیں اور ٹرائی کرنے آ گئے۔ دانیہ خان نے ٹھکرا دیا تمہیں اور تمہیں میری یاد آ گئی۔ کیا سمجھتے ہو میری تلاش میں نکل کر کوئی احسان کیا تم نے؟ اتنی بے وقوف نہیں ہوں اب یہ بھی نہ جان پاؤں کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انگلینڈ میں ہزاروں کمپنیز چھوڑ کر تمہیں یہاں برلن میں ہی انویسٹمنٹ کرنا یاد کیوں آئی؟ تم جانتے تھے میں یہاں ہوں۔ دانیہ خان نے بتایا تھا نا تمہیں؟" وہ جیسے ہر بات کھل کر کرنا چاہتی تھی۔ تبھی پر اعتماد انداز سے بول رہی تھی۔

"ہاں بتایا تھا' دانیہ خان نے...... میں نے خود پوچھا تھا اس سے۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"دانیہ نے مجھے نہیں ٹھکرایا...... میں نے اسے شادی کے لیے منع کیا تھا۔ مجھے اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا تھی۔ میرا حق ہے اپنی مرضی سے اپنی زندگی کے فیصلے لینے کا۔ اگر اسے انکار کیا تو کیا غلط کیا؟" وہ بنا کمزور پڑے مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

"جھوٹ کہہ رہے ہو تم اشعال حیدر' محبت کرتے تھے تم اس سے' پاگل تھے اس کے عشق میں اس روز تم نے ہی بتایا تھا نا کہ اس کی رنگت اصلی تھی؟ جو اس نے سوئمنگ پول کے پانی میں اچھال دی تھی اور جسے نکالنے کے لیے تم نے سخت

خنک موسم میں بنا سوچے سمجھے پانی میں چھلانگ لگادی تھی؟ فکر تمہیں اس ڈائمنڈ رنگ کی نہیں تھی اشعال حیدر' تمہیں فکر اس رشتے کی تھی' اس ایک رشتے کو بچانا چاہتے تھے تم جو تمہارے اور دانیہ خان کے درمیان تھا۔ تم اس سردی میں کپکپاتے ہوئے اس پول کے پانی سے باہر آئے تھے تو وہ رنگ تمہارے ہاتھ میں تھی اور تم کن نظروں سے دانیہ خان کو دیکھ رہے تھے جیسے اس سے درخواست کررہے ہو کہ اس رشتے کو بچالو۔ اسی شام تم نے وہ رنگ دانیہ خان کی انگلی میں واپس پہنائی تھی اشعال حیدر' صرف اس رشتے کو بچانے کے لیے تم دانیہ خان کے سامنے سرنگوں ہوئے تھے اور کیا جتانا چاہتے ہو تم؟ میں اس لمحے وہاں موجود تھی خود دیکھا تھا میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے کتنی محبت تھی' اور......!" وہ روانی سے بول رہی تھی۔

"اور تمہیں وہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ محبت اچھی نہیں لگی تھی؟ کیونکہ وہ دانیہ خان کے لیے تھی؟ اگر تمہارے لیے ہوتی تو؟" ڈھلتے سورج کی کرنوں کے سنہری رنگ اس کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھے جب وہ اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولا اور وہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ پورے ماحول میں جیسے ایک سکوت سا چھا گیا تھا۔ تبھی وہ آہستگی سے بولا تھا۔

"مجھے کچھ جتانے کی ضرورت نہیں پڑی ایلیاہ میر' تم نے خود کہہ دیا' تمہیں اس لمحے وہ محبت اچھی نہیں لگی تھی کیونکہ وہ تمہارے لیے نہیں تھی؟ اور اگر میں کہوں کہ تمہیں حسد تھا یا وہ جلن تھی۔" وہ منوانے پر تلا تھا۔

"نہیں......!" وہ روانی سے بولی۔ "میں نے کبھی حسد نہیں کیا...... اور مجھے ضرورت بھی کیا تھی' کیوں جیلسی فیل کرتی میں؟" وہ اپنا اعتماد بحال رکھنا چاہتی تھی۔ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ اشعال حیدر کی نظروں کی گرفت میں تھی' تبھی اسے صفائیاں دینے کی ضرورت تھی شاید۔

"تم ہمیشہ غلط سوچتے آئے ہو اشعال حیدر۔ کھیل کھیلنا بہت پسند رہا ہے تمہیں' جال بننے میں ماہر ہو تم' مان لو کہ بچپنا بہت زیادہ رہا ہے تم میں اور اسی بچپنے نے تمہیں وہ کھیل کھیلنے پر مجبور کیا۔ اپنی دوست کا مذاق بنایا تم نے۔ خود ہنسے اور دنیا کو بھی موقع دیا۔ تمہیں تو اتنا بھی سنس نہیں تھا دوستی کے کیا تقاضے ہوتے ہیں۔ کسی اور رشتے کو کیا سمجھو گے تم...... اس روز جب تم یہ ثابت کرنے کے جتن کررہے تھے کہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہوں اس شام ہی میں نے تمہیں جان لیا تھا' اس سے پہلے بیوقوف تھی۔ تم پر اعتبار کرتی تھی' تمہیں اپنا اچھا دوست سمجھتی تھی مگر......! تم دوستی کے بھی لائق نہیں تھے۔ محبت تو بہت دور کی بات تھی۔" وہ کھردرے لہجے میں بول رہی تھی۔ مگر وہ پرسکون انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"وضاحتیں دلیلوں کو اور بھی کمزور کرتی ہیں ایلیاہ میر۔ مجھے کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں' ہاں میں نان سیریس تھا۔ نہیں سمجھتا تھا رشتوں کو ان کی امپورٹنس کو' مگر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور......!"

"اور کچھ نہیں اشعال حیدر...... وہ رشتہ ختم ہوگیا' دوستی تھی تو کالعدم ہوگئی...... اور اگر......!"

"محبت تھی تو......؟" اشعال حیدر اس کی بات کاٹ کر بولا۔ وہ چپ ہوگئی تھی۔ پھر اعتماد کے ساتھ بہت آہستگی سے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"محبت نہیں تھی اشعال حیدر...... محبت کبھی نہیں ہوئی! اور ہوگی بھی نہیں۔" وہ پریقین اور پراعتماد انداز میں کہہ کر پلٹی تھی جب اشعال حیدر نے اسے فوراً کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔ لمحہ بھر کو کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔ آنکھیں بند کرتی تیز تیز سانس لیتی رہی تھی۔ وہ شاید بہت تھک گئی تھی۔ سستا رہی تھی۔ کوئی تھکن اتار رہی تھی یا کوئی غصہ...... یا پھر یہ کوئی وقتی بہاؤ تھا۔

اشعال حیدر کی دھڑکنوں کو اپنی سماعتوں میں سنتے ہوئے اس نے آہستگی سے آنکھیں کھولی اور سر اٹھا کر اشعال حیدر کو دیکھا وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ سفر...... یہ جنوں سب تمہارے لیے ہے ایلیاہ

میر۔" اس نے مدھم سی سرگوشی اس کی سماعتوں کی نذر کی.....وہ سر اٹھائے اسے ساکت سی دیکھنے لگی تھی۔

"مان لو میں نے تمہاری سمت' تمہارے لیے تمام سفر کیا۔ اس سفر میں کوئی اور شریک نہیں تھا۔ بس تم تھیں اور میں تھا۔ اور جب تم نہیں تھیں تو صرف میں تھا اور میرا جنون تھا اور جنون اکساتا رہا تھا' تمہاری جانب سفر کرنے پر اکساتا رہا تھا۔ تمہاری طرف دھکیلتا رہا تھا۔ تم میرے اردگرد دائرہ بنا آئی تھیں جیسے..... میں اسی احاطے میں سرگرداں تمہارا تعاقب کرتا رہا..... بس یہی اور کچھ نہیں....." وہ مدھم سرگوشیاں کررہا تھا اس کی سماعتوں میں..... ایلیاہ میر کو اس کے لب اپنے بالوں پر ہلتے ہوئے محسوس ہورہے تھے اور اس کی دھڑکنوں کا شور خود اس کی سماعتوں میں تھا۔ اتنا سکوت اور کتنا شور..... اس نے ایسے لمحے کو پہلے نہیں جیا تھا۔ ایسے تجربات سے پہلے نہیں گزری تھی۔

"تم سے محبت ہے ایلیاہ میر! اس شام بھی میں دانیہ خان سے محبت جتانے کے لیے نہیں کودا تھا پول کے سرد پانی میں' میں تمہاری آنکھوں میں کچھ ڈھونڈتا رہا تھا۔ تمہاری نظروں میں صرف سرد پن تھا۔ میرے اندر الاؤ دہک رہے تھے میں شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ جل رہا تھا' مگر تمہیں اندازہ بھی نہیں تھا۔ تم نے سمت بدل لی تھی۔ انگیجمنٹ کرلی تھی..... اور میں کہیں خود سے بچھڑ گیا تھا۔ بس یہی ہوا تھا اور اس کے بعد سکوت تھا۔ محبت نہیں رہی تھی۔ مگر ہر طرف تھی۔ جابجا بکھری تمہاری محبت..... میری محبت اور ان سب سمتوں میں سے ہزار سمتیں نکل کر تمہاری طرف جاتی تھیں۔ ہر طرف..... ہر سمت..... بس محبت تھی اور تم.....! تم نے مجھے کسی اور طرف دیکھنے نہیں دیا ایلیاہ میر' میرے لیے وہ شام ادراک کی تھی جب تمہاری آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے تھے جب سب ہنس رہے تھے وہاں تھیٹر میں' اس شام..... جب تم نے کہا کہ تمہیں محبت نہیں..... اس شام..... میرے اندر محبت نے ہر سو اپنا پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد میں سب پریٹنڈ کرتا رہا' کھیل بنا تو اسے خود سے الجھتا رہا۔ میرے لیے یہ کھیل کھیل نہیں رہا تھا۔ تمہیں ہرٹ کرنے کے بعد..... تمہارا مذاق بنانے کے بعد تم سے کبھی کچھ نہیں کہہ پایا مگر تم میرے چار سو ہی تھیں۔" وہ مدھم لہجے میں سرگوشیاں کررہا تھا' جب وہ یک دم اس سے دور ہوئی تھی۔ اسے بغور تکتی ہوئی اس سے چند قدم تفاوت پر کھڑی ہوئی تھی..... آہستگی سے سر انکار میں ہلایا تھا..... شاید اس کی آنکھوں میں نمی بھی تیر رہی تھی۔ مگر وہ فوراً پلٹی اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ وہ وہیں کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

❖.....○.....❖

"میں نہیں جانتی تم دونوں کے بیچ کیا ہوا..... مگر ایلیاہ ایسی لڑکی نہیں جو معمولی باتوں کو دل میں جگہ دے۔ تم جانتے ہو اس نے اپنی انگیجمنٹ کس لیے توڑی تھی؟" نانو نے کافی کا سپ لیتے ہوئے اسے دیکھا۔ اشعال حیدر سر انکار میں ہلانے لگا تھا۔ تبھی نانو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"کالج کے شاید کسی فرینڈ نے شرارت میں کوئی ویڈیو کلپ اپ لوڈ کردیا تھا اور ایلیاہ کو ٹیگ بھی کردیا تھا وہ ویڈیو حارث نے دیکھ لیا تھا۔ وہ شاید اس کا انتظار بھی کرتا مگر اس واقعے کے بعد شاید دوریاں بڑھ گئیں اور سچویشن اتنی اختیار سے باہر ہوئی کہ ایلیاہ نے منگنی کی انگوٹھی اتار کر حارث کے ہاتھ میں رکھ دی۔ ایلیاہ میں برداشت کرنے کی ہمت اور صلاحیت بہت زیادہ ہے' مگر کچھ چیزیں برداشت سے باہر ہوتی ہیں شاید..... اس کے بعد ایلیاہ نے کبھی اپنی زندگی کے بارے میں نہیں سوچا۔ نہ پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ حالانکہ حارث نے کئی بار معافی مانگی' رابطہ کیا' تعلقات بحال کرنے کی درخواست کی' مگر ایلیاہ کے نسوانی وقار اور انا پر بہت بڑی چوٹ تھی جیسے اعتبار ٹوٹا تھا اور اس کے بعد رشتہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ایلیاہ نے تینوں بہنوں کی شادیاں کی تھیں' انہیں اپنے گھروں کا کیا تھا' اب بھی حارث فون کرتا ہے کبھی تو ایلیاہ اپ سیٹ ہوجاتی ہے۔" نانو نے بتایا اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں کیا ہوا؟"

''نانو مجھ سے زیادہ بے وقوف شخص دنیا میں نہیں ہوگا شاید ایلیاہ کو میری وجہ سے میری چھوٹی سی شرارت کی وجہ سے اتنا سفر کرنا پڑے گا' یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ نانو' تھیٹر میں ڈرامہ کی ریہرسل تھی اور میں نے اور اسمارٹ بنتے ہوئے یوں ایک شرارت کردی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا ایلیاہ اتنی ہرٹ ہوگی اور کوئی ہمارے ہی ٹولے کا ایڈیٹ اسے سوشل نیٹ ورک پر اپ لوڈ بھی کردے گا۔ سوچو تو اچھا نہیں ہوا۔ ایلیاہ کی انگیجمنٹ ختم ہوگئی' مگر ایک طرح سے یہ میرے حق میں اچھا ہوا......

اب مجھے سمجھ نہیں آرہا' اس ویڈیو کلپ اپ لوڈ کرنے اور ٹیگ کرنے والے کو تھینکس کہوں یا اس کو ڈھونڈوں اور اس کی کلاس لوں۔'' وہ عجیب کشمکش و پیچ میں دکھائی دیا تھا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے وہ بہت معصوم لگا تھا۔ نانو نے پیار سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''میں اندازہ نہیں لگا پارہی کہ تم نے ٹھیک کیا یا غلط مگر مجھے لگتا ہے جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ کی مرضی اسی میں تھی۔ اگر تمہیں ایلیاہ سے سچ میں کوئی انسیت ہے تو اس کا اعتماد بحال کرو' وہ بہت حساس ہے' کہنے کو وہ مذاق تھا مگر اس کے اثرات گہرے تھے اس کی ریسپیکٹ کو دھچکا لگا' تمہارے لیے اسے جتانا ضروری ہے کہ اس کی عزت و وقار' انا تمہارے لیے اہم ہے' تم اس سب کی عزت کرتے ہو' لڑکیاں حساس ہوتی ہیں۔ ان کی فیلنگز کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا۔'' نانو نے پیار سے سمجھایا۔

''مگر میں کیا کروں نانو آپ کی اس پیاری' چہیتی نواسی نے مجھے ریجیکٹ کردیا ہے' صاف انکار کیا ہے منہ پر۔ اس کے بعد کیا صورت حال نکل سکتی ہے؟'' وہ خاموش ہوکر نانو کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ نانو نے اس کا شانہ تھپتھپایا' تبھی وہ بولا تھا۔

''میں خالی ہاتھ لوٹنے کے لیے نہیں آیا نانو' غلطیوں کو سدھارا جاسکتا ہے اور میں اپنی کوتاہیوں پر پشیمان ہوں اور پورے دل سے چیزوں کو بنانے کی ٹھان کر آیا ہوں۔ میں تھکوں گا نہیں نا پیچھے ہٹوں گا۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا اور نانو نے تائید میں سر ہلایا تھا۔

❖......O......❖

وہ عزم کرکے آیا تھا مگر شاید اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ایلیاہ میر کی خاموشی اسے پسپا کرنے کے درپے تھی۔ اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا وہ نہیں جانتا تھا' مگر اس روز وہ اسے حارث کے ساتھ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ ریسٹورنٹ میں کونے کی ٹیبل پر اس کے سامنے بیٹھی تھی اور حارث جانے کیا کہہ رہا تھا کہ وہ ہنس رہی تھی۔ مگر اس ہنسی سے اس کے چہرے پر کوئی طمانیت نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں کیا تھا کہ اشعال حیدر کو اپنے اردگرد شور سنائی دیا تھا' عین اسی لمحے ایلیاہ میر کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ بدستور ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ایلیاہ میر لب بھینچ کر اس کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھی اور اشعال حیدر کے اندر یہاں وہاں دور تک وسوسے پھیلنے لگے تھے۔ ایک اضطرابی کیفیت نے سب اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ اور وہ پلٹ کر چلتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ اس شام بہت دیر تک وہ یونہی چلتا رہا تھا۔ خنکی نسوں میں خون منجمد کردینے کو تھی۔ مگر اسے جیسے کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ جانے کب تک یونہی چلتا رہتا کہ اس کا سیل فون بجا تھا۔ ایلیاہ کی ممی کی کال تھی۔

''اشعال بیٹا کہاں ہو تم؟ تمہاری نانو کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے۔ ایلیاہ کا نمبر نہیں لگ رہا۔ شاید بیٹری ڈیڈ ہے۔ تم پلیز جلدی سے گھر آؤ انہیں ہاسپٹل لے کر جانا پڑے گا۔'' وہ عجلت سے کہہ رہی تھیں اور پھر فون کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔ اشعال حیدر نے کیب روکی اور فوراً وہاں پہنچا تھا۔

نانو کا شوگر لیول یک دم ہی بڑھ گیا تھا۔ ان کی حالت غیر تھی۔ اس نے اسی کیب میں اٹھا کر انہیں ڈالا اور بروقت ہاسپٹل پہنچایا تھا اور جب تک نانو کی حالت بہتر نہیں ہوئی وہ وہیں موجود رہا تھا۔ جانے کتنے لمحے گزرے تھے' اشعال حیدر کا دماغ ماؤف تھا۔ نظروں کی سامنے ایلیاہ میر کا چہرہ تھا بس۔ وہ کھلکھلاتا چہرہ' چاہے اس کی ہنسی میں سکوت تھا۔ مگر وہ کس کے ساتھ تھی اور پریٹنڈ کررہی تھی کہ وہ خوش ہے اور

اشعال حیدر کے اندر خاموشیاں بڑھنے لگی تھیں۔
ڈاکٹر نے نانو کی حالت خطرے سے باہر قرار دی تھی۔ ان کا شوگر لیول نارمل ہوگیا تھا اور وہ ان کے پاس آ گیا تھا۔ نانو نے اس کا ہاتھ تھاما اور مسکرادی تھیں۔
"کیا ہے نانو؟ اتنی جواں عمری میں ہیں آپ پھر بھی اتنا پریشان کرتی ہیں...... اچھا لگتا ہے آپ کو...... مانا خوب صورت لڑکیوں کا ستانا بھی اچھا لگتا ہے مگر کبھی کبھی جی بہت اوب بھی جاتا ہے۔" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا اور نانو مسکرا رہی تھیں۔
"ستر برس کی ہوگئی ہوں میں۔ تجھے اب بھی خوب صورت لڑکی لگتی ہوں۔"
"میرے لیے تو آپ ایور گرین رہیں گی نانو۔ سچ میں آپ خوب صورت ہیں۔ یہ آج کل کی لڑکیاں تو بس ڈائٹنگ کی ماری ہوتی ہیں۔ آج کل کی لڑکیوں میں وہ خوب صورتی کہاں؟" وہ نانو کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ تبھی نانو نے پوچھا تھا۔
"ایلیاہ نہیں آئی؟"
"آپ کی نواسی بہت بڑی بزنس ٹائیکون بن گئی ہے ہوگی بزی موٹی موٹی فائلوں کے ساتھ...... یہ بتائیں کس بات کی ٹینشن لی جو شوگر لیول اس خطرناک حد تک بڑھا لیا؟ مانا خوب صورت لڑکیوں میں ایک چاشنی اور مٹھاس ہونا چاہیے مگر اب اتنی بھی نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ نانو نے اس کے شولڈر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔
"مجھے گھر لے چل' ایلیاہ کو دیکھنے کو بہت دل کررہا ہے۔" وہ جانے کس سوچ میں تھیں۔ اشعال نے سر اثبات میں ہلادیا تھا۔
"اشعال بیٹا' حارث نے ایلیاہ کو ایک بار پھر پروپوز کیا ہے اور ایلیاہ نے اس کا پروپوزل قبول بھی کرلیا ہے۔ میں جانتی ہوں ایلیا یہ سب کیوں کررہی ہے' مگر یہ ٹھیک نہیں ہے۔" جب گھر کے راستے میں تھے تبھی نانو نے کہا تھا اور وہ ساکت سا نانو کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
"تمہیں یہ ڈر ہے کہ ہار جاؤ گے؟" نانو نے اس کو بھانپتے ہوئے کہا۔ اس نے پرسکون انداز میں سر انکار میں ہلا دیا۔
"مجھے کوئی ڈر نہیں ہے نانو' نہ ہارنے کا نہ پسپا ہونے کا۔ مجھے یقین ہے ایلیاہ میرا آخر میں میرے ساتھ ہوگی۔" وہ یقین سے کہہ رہا تھا۔
"ایسی غلط فہمی کیوں ہے تمہیں؟ جانتے ہو حارث کی فیملی کل آرہی ہے اور باقاعدہ پھر سے منگنی کی رسم کی بات چل رہی ہے۔ وہ لوگ جلد رشتہ پھر سے پکا کرنے کے بعد شادی کی بات کرنا چاہیں گے۔ ایلیاہ سے زیادہ اچھی لڑکی انہیں کبھی مل ہی نہیں سکتی۔ اتنے بڑے بزنس اور پراپرٹی کی اکلوتی وارث ہے وہ۔ ایسی لڑکی کون ہاتھ سے جانے دے گا؟ اور یہ حارث تو ہمیشہ کا لالچی ہے' پہلے بھی اس نے رشتہ اسی لیے جوڑا تھا اور پھر ٹوٹنے پر بھی ہمیشہ ایلیاہ کے سر پر مسلط رہا' اور اب آخرکار اس نے اس سے ہاں اگلوالی' چاہے جیسے بھی۔ مگر ایلیاہ اس رشتے پر رضامند ہے' وجہ کچھ بھی ہو۔ چاہے یہ فیصلہ غلط ہی کیوں نہ ہو مگر ایلیاہ ضد میں سب کرے گی' میں جانتی ہوں اسے۔" نانو فکرمندی سے کہہ رہی تھیں' وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔
"اشعال بیٹا کچھ بھی کرو' مگر یہ سب ہونے سے روک لو۔" نانو جیسے درخواست کررہی تھیں۔ اشعال انہیں کوئی تسلی نہیں دے پایا تھا۔ مگر ایک بے چینی اس کے اندر پھیلنے لگی تھی۔

❖......O......❖

ہلکی ہلکی بوندا باندی ہورہی تھی۔ خنکی اور بڑھ گئی تھی مگر وہ بہت اطمینان سے داخلی دروازے کی سیڑھیوں پر بیٹھی کافی کے سپ لے رہی تھی۔ وہ خود میں اتنی مگن تھی کہ تاتو اسے اشعال حیدر کے قدموں کی چاپ سنائی دی تا اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اطمینان سے اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔
"ایلیاہ میر دور جانے کے اور بھی راستے ہوتے ہیں مگر ضروری نہیں تم آنکھیں بند کرکے جو راہ پہلے قدموں کے سامنے آئے اس پر چلنا شروع کردو؟" وہ بولا اور ایلیاہ میر

چونک کراس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ لحہ بھر کو اس کی سمت خاموشی سے تکتا رہا پھر آہستگی سے بولا۔

"کسی سے دور جانا ہو تو اس کے لیے خودکشی ضروری نہیں' حارث کو چننا بے وقوفی ہے۔ تمہارے جیسی عقل مند لڑکی ایسا فیصلہ لے سکتی ہے؟ میں سوچنے سے قاصر ہوں۔ اگر اس رشتے میں کوئی صداقت ہوتی تو وہ اس طرح ختم نہیں ہوتا۔ جو رشتے دل سے بنتے ہیں وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ پھر کوئی دور جائے یا پاس چلا آئے۔ چاہے صدیوں کی دوری آجائے' یا میلوں کی تفاوت' دل سے دل ملے رہتے ہیں۔ یہ بات تمہیں جتانے کی ضرورت نہیں پڑنا چاہیے۔" وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا اور آنکھوں میں ایک جنوں مگر سب سے بڑھ کر جو تھا وہ اس کا اعتماد تھا اور اس کا ٹھہراؤ...... جیسے اسے کوئی فکر نہیں' نہ کوئی ڈر...... اور ایلیاہ میر کو یہ بات بہت کھلی تھی تبھی وہ سکون سے مسکرائی تھی۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی اشعال حیدر؟ حارث آفندی ہر طرح سے ایک پرفیکٹ میچ ہے۔ لونگ اور کیئرنگ ہے' تمہیں معلوم ہے میرے سر میں درد تھا اور وہ اپنی اہم ترین میٹنگز کینسل کر کے آگیا اور مجھے چائے پر لے گیا۔ وہ اتنا خیال کرتا ہے میرا اور......!" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اور تمہیں اس سے محبت نہیں ہے ایلیاہ میر۔ خود کو اس غلط فہمی سے باہر نکالو اور سچ کا سامنا کرنا سیکھو۔ اگر وہ رشتہ اتنا پائیدار ہوتا تو ختم نہیں ہوتا۔ جو چیزیں اس طرح ختم ہو جائیں ان کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔ وہ رشتہ اتنا ہی بے معنی ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تھا۔ جانے کیا جتانا چاہتا تھا وہ اسے مگر وہ پرسکون انداز سے مسکرائی اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اس کے سامنے کر دیا تھا۔ اس کی تیسری انگلی میں ایک جگمگاتی رنگ تھی۔

"یہ کل پہنائی اس نے مجھے۔ میں خوش ہوں اشعال حیدر...... تم اچھے دوست ہو میرے میں چاہتی ہوں تم تب تک یہاں رکو جب تک میری انگیجمنٹ کی رسم نہ ہو جائے۔" وہ اس کی پرسکون دنیا کو جیسے تہس نہس کر دینا چاہتی تھی۔

تبھی اشعال حیدر نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما اور بغور دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"تم چاہے کتنے بھی طوفان لے آؤ' کتنے بھی حیلے بہانے کر لو' چاہے ہواؤں کے رخ بدل دو' تم اپنی محبت کو میری طرف قطرہ قطرہ بہنے سے نہیں روک سکتیں۔ یہ بہاؤ مسلسل ہے ایلیاہ میر اور تمہارے اختیار سے باہر ہے اس پر قابو پانا اور فصیلیں اٹھانا' تم محبت کو میرے مخالف سمت چلنے پر مجبور نہیں کر سکتیں نہ اپنے دل کو میرے خلاف کر سکتی ہو۔" وہ پُراعتماد دکھائی دیا تھا۔

ایلیاہ میر ساکت سی اس کی سمت تکنے لگی تھی پھر اچانک اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ یوں کھینچ لیا جیسے وہ انگاروں کی لپیٹ میں ہو۔

"ان آنکھوں کی خاموشیاں صرف میں پڑھ سکتا ہوں ایلیاہ میر' چاہے تم چہرہ پھیر لو یا اپنی آنکھیں مجھ سے میری سمت سے غافل کر لو' چاہے یہ آنکھیں مجھے دیکھیں یا بے خبر ہو جائیں مجھ سے ان کا واسطہ ختم نہیں ہوتا' نہ وہ ربط ٹوٹتا ہے۔ تم جانتی ہو یہ ربط کیا ہے؟ یہ محبت ہے ایلیاہ میر' تم مانو یا نہ مانو مگر تمہارے میرے درمیان محبت کا ایک ربط ہے اور فاصلوں کو ہمیشہ محدود کرتی آئی ہے۔ چاہے تم اس ربط کو توڑنے کی کتنی بھی کوشش کرو یہ ربط ٹوٹتا نہیں' نہ وہ تسلسل ختم ہوتا ہے۔" وہ جیسے اسے کمزور کر رہا تھا' مگر وہ مسکرا دی تھی۔

"تم خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو اشعال حیدر' اگر خود نہیں رہتے تو بھی تمہیں لڑکیوں کو اس خوب صورت دنیا میں لے جانا' وہاں کی سیر کرانا بہت اچھا لگتا ہے' تمہیں اچھا لگتا ہے جب بہت سی نظریں تمہارے زاویے سے دیکھتی ہیں' تمہارے نظریے سے سوچتی ہیں اور تمہاری دنیا میں تمہارے وجود کا تعاقب کرتی ہیں۔ وہ لحہ تمہارے لیے بھرپور ہوتا ہے بے پناہ خوشی کا؟" وہ اس کی سمت تکتی ہوئی مسکرائی تھی۔ پھر اسی اعتماد سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"اشعال حیدر' میں ان بے وقوف لڑکیوں میں سے

نہیں ہوں جو تمہاری دنیا میں تمہارا تعاقب کرتے کرتے گم ہو جائیں اور تم ان کا تذکرہ کل بیٹھ کر اپنے انتہائی فضول سے دوستوں میں کرو ہنسو اور مذاق اڑاؤ۔ یہی کرتے آئے ہو نا تم اب تک؟ تمہیں تو اتنا بھی اندازہ نہیں کہ وقت کتنا گزر گیا اور اب تمہارے یہ سارے اسم کارگر نہیں رہے...... کم از کم میں کھلی آنکھوں سے تمہاری بنائی گئی دنیا کی سچائی ضرور دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے تمہارے بنائے گئے حیرت کدے میں نہیں رہنا۔ نا اس جادوئی دنیا کی سیر کرنا ہے' میرا ہاتھ پکڑ کر اس جادوئی دنیا میں لے جانے کی کوشش مت کرو اشعال حیدر' تمہاری کی جانے والی ہر کوشش عبث ہوگئی کیونکہ میں خوابوں کی زندگی نہیں جیتی...... نہ مجھے تمہاری باتوں کا طلسم پاگل کرتا ہے نا تمہارا چارم مجھے یا میری عقل کو اندھا کرتا ہے۔ میرے ساتھ یہ کھیل کھیلنا بند کرو......" وہ جتاتے ہوئے بولی مگر اشعال حیدر اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو ایلیاہ میر' تمہاری آنکھوں کو تمہاری مخالفت کی عادت ہوگئی ہے۔ تمہیں خبر بھی نہیں اور یہ آنکھیں مجھے چپکے چپکے بتا رہی ہیں کہ ان کی روشنی میری تلاش میں سرگرداں رہی ہے۔ تب بھی میں پاس تھا اور تب بھی میں کہیں نہیں تھا۔ یہ روشنی مجھے تلاشتی رہی تھی۔ ایک پل میں اب بھی اس کی حقیقت کھل جائے گی' اگر میں ان نظروں کے سامنے سے اوجھل ہو جاؤں' یہ روشنی ایک لمحے کو بھی اگر مجھے نہیں دیکھے گی تو اندھیرے نگلنے لگیں گے اسے۔ تجربات کرکے سیکھنا بے وقوفی ہوسکتی ہے ایلیاہ میر' اس روشنی کو اپنے اندر دفن مت کرو...... کیونکہ میں تمہیں ان اندھیروں کے حوالے نہیں کرسکوں گا۔ میں چاہتا ہوں یہ روشنی بڑھتی رہے اور تمہارا وجود روشن رہے۔ یہ روشنی محبت کی ہے ایلیاہ میر' کتنے جتن کروگی' کتنی تدبیریں...... اور اگر بہت اعداد وشمار کرکے آخر میں خسارہ رہا تو تم کسے الزام دوگی؟ اس کے لیے قصور وار کسے ٹھہراؤ گی؟" وہ اس کے اندر کا سکون متزلزل کر رہا تھا۔

ایلیاہ میر اس کی سمت خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ ان آنکھوں میں بے چینی تیر رہی تھی مگر اس سے بھی کہیں زیادہ سکوت تھا اور اس سکوت میں محبت تھی۔ بیاں اور لابیانی کے درمیان' محبت خاموش کھڑی تھی۔ اگر کچھ تھا بھی تو ایلیاہ میر اس کی نفی کرنا چاہتی تھی۔

"رات دانیہ خان سے بات ہوئی تھی اشعال حیدر' اس کی شادی ختم ہوگئی ہے۔ تمہارا ذکر متواتر کر رہی تھی وہ' بہت دکھی ہے وہ' رشتے ٹوٹنے کی چبھن بہت جان لیوا ہوتی ہے شاید۔ وہ بہت بکھری دکھائی دے رہی تھی۔ ہم نے ایک گھنٹے تک بات کی' میں نے اسے حوصلہ دیا۔ مگر وہ تمہارا پوچھتی رہی' تمہیں اس سے بات کرنا چاہیے اشعال حیدر۔ اس نے خود کہا کہ وہ تم سے بات کرنا چاہتی ہے' آج کل میامی میں ہے۔" وہ ہمدردی جتاتی ہوئی بولی تو وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

ایلیاہ میر حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔ اشعال حیدر نے شہادت کی انگلی اس کے دل پر رکھی پھر مدھم سرگوشی میں بولا تھا۔

"تم یہاں سے آنے والی آوازوں پر کان بند کرنا چاہتی ہو ایلیاہ میر' تم جانتی ہو تم ناکام ہو' مگر تم اس غلطی کو دہراتے رہنا چاہتی ہو۔ مجھے دانیہ خان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں وہ باب اپنے ہاتھوں سے خود بند کرچکا ہوں...... کیونکہ میں جانتا ہوں دانیہ خان وہ کتاب نہیں ہے جسے میں سطر سطر پڑھتے رہنا چاہوں اور ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی نہ تھکوں اور تم جانتی ہو میں کس چہرے کو سینکڑوں بار پڑھنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ تمہیں بھی تو خبر ہوگی نا کیونکہ تمہاری آنکھیں بھی تو وہی درخواستیں کرتی ہیں اور تمہاری خاموشی کو توڑنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں مگر تم پھر سے وہ فصیلیں اٹھانا چاہتی ہو۔ تم کیوں نہیں چاہتیں میں ان طوفانوں سے نمٹوں اور ان کا رخ موڑ دوں؟ تمہیں یقین ہے نا میں ہر ناممکن کو ممکن کرپاؤں گا؟" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانک رہا تھا۔ ایلیاہ میر نے ایک لمحے میں اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔ دھڑکنوں کا شور کچھ بڑھ گیا تھا۔ سارا وجود جیسے مشکلوں میں گھر گیا تھا۔ وہ

فوراً اٹھی۔ ارادہ وہاں سے ہٹ جانے کا تھا مگر کلائی اشعال حیدر کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اشعال حیدر اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔

"اس روشنی کو میری سمت بہنے دو ایلیاہ میر...... ان دھڑکنوں کی نفی مت کرو۔ ورنہ اس روشنی کے اختتام پر صرف ایک خاموشی ہوگی اور اس سکوت میں زندہ رہنا بہت کٹھن ہوگا۔" وہ جیسے درخواست کر رہا تھا۔ ان آنکھوں میں کچھ تھا۔ ماحول میں بہت اضطرابیت تھی۔ بوندوں کے گرنے کا تسلسل جاری تھا۔ بارش کی آواز کچھ کہہ رہی تھی، مگر وہ جیسے کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اشعال حیدر کی جنوں خیزی حد سے سوا تھی۔

"مت کرو ایسے ایلیاہ میر۔" مدھم لہجے میں اس نے جیسے التجا کی تھی۔ ایلیاہ میر نے اس کی سمت سے نگاہ پھیر لی تھی۔ اس کے ہاتھ کی گرفت سے ہاتھ نکالنا چاہا تھا۔ مگر تبھی جانے کیا ہوا تھا۔ اشعال حیدر نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔

بارش کا شور بڑھنے لگا تھا اور اس شور میں دھڑکنوں کا شور بھی صاف سنائی دے رہا تھا۔ دھڑکنوں میں واضح ارتعاش تھا۔ کانوں میں شور بڑھنے لگا تھا۔ وہ آنکھیں میچے کھڑی اس بات کا تعین نہیں کر پائی تھی کہ کس کی دھڑکنوں کا شور زیادہ تھا۔ وہ اس کا خود کا دل تھا یا صرف اشعال حیدر کا دل ہی اس دیوانگی سے دھڑک رہا تھا۔ کانوں میں دونوں آوازیں مدغم تھیں۔ اشعال حیدر کے وجود کی تپش اس کی دھڑکنوں کا شور...... جیسے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ اس کے سینے پر سر رکھے کھڑی وہ جیسے ایک مکانیت میں گری تھی۔ اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے وجود کو پرے دھکیل دیتی یا پھر آنکھیں کھول کر اسے دیکھتی اور اس گستاخی پر سرزنش کرتی۔ وہ جیسے لمحوں کے تسلسل کی گرفت میں تھی۔ نہیں جانتی تھی کیا تھا یہ وہ اس کے قرب میں راحت محسوس کر رہی تھی۔ بہت پروٹیکٹیو محسوس کر رہی تھی۔ اشعال حیدر نے اپنے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد باندھ دیا تھا۔

"تم سے بہت محبت ہے ایلیاہ میر! بہت بہت زیادہ! تم اگر اپنے گرد کوئی قلعہ بنالو ہزار قفل لگالو ساری چابیاں کسی دور گہرے سمندر میں پھینک آؤ تب بھی میں تم سے تم تک کا سفر کروں گا۔ میں وہ چابیاں ڈھونڈ کر سارے قفل کھول لوں گا۔ ساری فصیلیں گرادوں گا اور سب دروازے چاک کردوں گا۔ پھر کبھی بند نہ ہونے کے لیے۔ میری محبت ایسی ہے ایلیاہ میر! اتنی زور آور...... طاقت ور، نہ بھٹکنے والی، نہ کھونے والی...... نہ جھکنے والی، نا روٹھنے والی...... بے حساب محبت! جلاتی، گھیراؤ کرتی، لمحہ لمحہ ساتھ چلتی محبت، یہ محبت کبھی زوال پذیر نہیں ہوگی ایلیاہ میر! کبھی کم نہیں ہوگی۔" وہ مدھم سرگوشیاں کر رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی تپش سے ایلیاہ میر کو اپنا چہرہ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس تپش میں خود کو جلتا ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس برستی بارش میں خنک موسم میں ایک الاؤ سے جیسے اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ اس کی سماعتوں میں اشعال حیدر کی محبت بول رہی تھی۔

"ایلیاہ شہاب میر، آئی ایم سوری، بہت برا ہوں میں...... نہیں ہو پایا مجھے ادراک...... شعور نہیں تھا...... بے وقوف تھا میں...... مگر اس کے باوجود...... بے حساب محبت کرتا ہوں میں تم سے! یہ محبت سونے نہیں دیتی مجھے، جاگتا رہا ہوں میں، جب سے تم نے دوریوں کو درمیان میں رکھا مجھے کچھ سجھائی نہیں دیا، نہ کچھ جانا...... نا سمجھا، بس اتنا یاد تھا کہ تم ساتھ نہیں ہو اور تمہیں ساتھ کرنا ہے تمہارے ساتھ چلنا ہے، تمہیں منانا ہے، ہزار منتیں کرنا ہے۔ غلطیوں، کوتاہیوں کی معافی مانگنا ہے، سب باتوں کا ازالہ کرنا ہے اور میں نے باقی کے تمام سفر موقوف کردیے اور فی الفور تمہاری طرف قدم بڑھانے لگا۔ بہت ادھورا تھا تمہارے بنا...... بہت ادھورا ہوں جب سے تم ساتھ نہیں ہو!"

اشعال حیدر کا جلتا بجھتا لہجہ اس کی سماعتوں میں تھا۔ وہ جیسے الاؤ کا حصہ ہونے لگی تھی۔ تبھی اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

ان دونوں کی دیوانگی جھٹلائی نہیں جاسکتی تھی۔ وہ جنوں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا مگر ایلیاہ کی سماعتوں میں اس شام تھیٹر میں ہنسی کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ جہاں وہ ان سب

کے ساتھ کھڑا اس پر ہنس رہا تھا۔ اس کا مذاق اڑا رہا تھا جانے کیا ہوا تھا ایلیاہ میر نے دونوں ہاتھوں سے یک دم اسے پرے دھکیلا تھا آنکھوں کی نمی رخساروں پر چمکنے لگی تھی۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے اشعال حیدر!" وہ خود اپنی نفی کرتی ہوئی چیخی تھی۔ "نہیں ہے تم سے محبت...... کبھی بھی نہیں تھی...... نہ کل...... نہ کبھی اور نہ ابھی! میرا تعاقب کرنا بند کردو۔ نہیں چاہیے مجھے یہ محبت' نہیں ضرورت مجھے تمہاری' نہیں کرتی میں تم سے محبت۔" وہ آنسوؤں کے ساتھ بولی اور پھر یک دم ہی پلٹ کر تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اشعال حیدر اس بارش کے شور میں تنہا کھڑا رہ گیا تھا۔

❖......O......❖

ممی نے چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ ایلیاہ میر کافی کے سپ لیتی نیوز پیپر دیکھتی خود میں گم تھی یا پھر خود کو مصروف رکھ کر وہ ممی کے مطلوبہ سوالوں کے جوابات دینا نہیں چاہتی تھی۔ ممی نے ٹوسٹ پر بٹر کی تہہ لگا کر چیز لیئر رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم واقعی حارث آفندی سے شادی کرنا چاہتی ہو ایلیاہ؟" ممی کا سوال غیر متوقع نہیں تھا۔ وہ ان سوالوں کے لیے پہلے سے پری پیئر تھی تبھی سر ہلا دیا تھا۔ انداز بے فکر تھا۔

جیسے وہ خود سے بھی جھوٹ بولتے رہنا چاہتی تھی۔ ممی نے بریک فاسٹ کی پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا تمہارا یہ فیصلہ ٹھیک ہے ایلیاہ! حارث کو تم ایک چانس دے کر دیکھ چکی ہو۔ کتنے موقعے اور دینا چاہتی ہو تم اسے؟ اور تمہیں شادی ہی کرنا ہے تو پھر حارث آفندی ہی کیوں...... وہ کوئی اور بھی تو ہوسکتا ہے نا؟" ممی نے جتانے کو کہا تھا۔ ایلیاہ میر منہ تک لے جاتا ٹوسٹ والا ہاتھ روک کر ماں کو دیکھنے لگی تھی۔

"ممی یہ اتنا بڑا مسئلہ کیوں بن گیا ہے؟ آپ نے ہی تو کہا تھا میں نے یہ انگیجمنٹ توڑ کر غلط کیا اور جب غلطی کو سدھار رہی ہوں تو آپ اسے غلط انتخاب قرار دے رہی ہیں...... آپ کو ہی شوق تھا نا میری شادی کا...... اب جب ہاں کردی ہے تو کیا مسئلہ ہے؟ ممی وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے۔ حارث نے مجھ سے خود کہا کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہے اور......!" ٹوسٹ کی بائیٹ لے کر نگلتے ہوئے وہ روانی سے بول رہی تھی جب ممی نے کہا۔

"اپنی غلطی پر شرمندہ تو اشعال حیدر بھی ہے نا؟" ممی کا سوال اسے ساکت کر گیا تھا اور ایلیاہ میر ممی کی طرف سے نگاہ ہٹاتے ہوئے پرسکون دکھائی دیتی ہوئی ٹوسٹ کی بائیٹ لینے لگی تھی۔

"وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہے ایلیاہ' اپنی غلطی کا احساس اسے بھی ہے تو کیا اس کے لیے تمہارے پاس کوئی دوسرا موقع نہیں؟" ایلیاہ نے پرسکون انداز میں ماں کو دیکھا تھا۔ وہ شاید لاجواب ہوگئی تھی مگر خود کو بہت نارمل ظاہر کرنا چاہتی تھی۔

"ایلیاہ' اشعال سے زیادہ بہتر لڑکا تمہیں کہیں نہیں مل سکتا۔ تم غلطی کروگی اگر اسے ایک اور موقع نہیں دوگی۔ وہ تمہاری تلاش میں سرگرداں رہا ہے۔ تمہارے لیے یہاں آکر بیٹھ گیا ہے۔ اسے کوئی کام نہیں کیا' دنیا کا فارغ انسان ہے وہ کیا' آج کل کون کسی کو اپنا ایک لمحہ بھی دیتا ہے؟ اشعال حیدر کے لیے صرف تم اہم نہیں ہو ایلیاہ' وہ تمہاری فیملی کو بھی وہی امپورٹنس دیتا ہے تمہیں معلوم ہے اس روز جب تمہاری نانو کی طبیعت خراب تھی تو میں نے تمہارے سیل فون پر کال کی تھی' مگر جب نمبر بند ملا تو دوسری کال میں نے حارث آفندی کو کی تھی' مگر وہ ٹال گیا تھا۔ اس نے یوں ظاہر کیا جیسے اسے میری آواز سنائی نہیں دے رہی۔ یا لائن کلیئر نہیں اور اس کے بعد تیسری کال میں نے اشعال حیدر کو کی تھی۔ جسے میں نے تیسرا آپشن بنایا تھا وہ یہاں سب سے پہلے پہنچا تھا' اگر وہ تمہاری نانو کو بروقت ہاسپٹل نہ پہنچاتا تو کچھ بھی ہوسکتا تھا۔" ممی کے کہنے پر وہ خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ جیسے اس کے پاس ایک لفظ بھی نہیں تھا۔

"جنہیں ہم آخر سمجھیں جب وہی اول بن کر سامنے آ ئیں تو حیرت ان اول بن کر سامنے آنے والوں پر نہیں ہوتی' ان پر ہوتی ہے' جنہیں آپ اول سمجھے بیٹھے تھے اور وہ اول تھے ہی نہیں۔ قصور اس میں اپنی عقل کا ہوتا ہے ایلیاہ میر' مجھے اندازہ ہے میں جس رشتے کو فوری طور پر اہمیت دے رہی تھی وہ رشتہ اس اہمیت کے قابل نہیں تھا۔ اشعال حیدر کو اتنا چھوٹا مت کرو ایلیاہ میر' یہ صرف تمہاری سوچ ہے۔ حقیقتاً وہ اتنا چھوٹا نہیں ہے۔" ممی کہہ کر اٹھ گئی اور ایلیاہ میر ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔

❖......○......❖

اس کا ذہن بہت الجھا ہوا تھا۔ وہ زیادہ سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر سوچ کا ہر زاویہ جانے کیوں جا کر اشعال حیدر پر ختم ہو رہا تھا۔ وہ خود اپنے خیالوں کو جھٹکتی رہی تھی۔ اسے ایک اہم فائل چاہیے تھی تبھی اس نے ڈرائیور کو حارث آفندی کے آفس کی طرف موڑنے کی تلقین کی تھی۔ تبھی اس کا سیل فون بجا تھا۔ دانیہ خان کا نمبر اسکرین پر تھا۔ اس نے کال پک کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔

"ایلیاہ میر! کہاں ہو تم؟ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتی۔ مگر میں ایک بات کو لے کر بہت گلٹی فیل کر رہی ہوں' میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا کہ میں نے اشعال حیدر کو چھوڑا' حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے شادی کے لیے دباؤ ڈالا تبھی اس نے مجھے منع کر دیا تھا۔ وجہ تم تھیں' وہ تم سے محبت کرتا تھا اور اس کا ادراک اس کو تب ہوا تھا جب تم اس سے دور چلی گئی تھیں۔ میں اب بھی اشعال حیدر سے محبت کرتی ہوں ایلیاہ میر' مگر میں چاہوں بھی تو اس کی زندگی کا حصہ نہیں بن سکتی' یہ ممکن ہی نہیں ہے۔"

"تم کیا بات کر رہی ہو دانیہ؟ میں شادی کر رہی ہوں۔ حارث آفندی سے' تم اشعال حیدر کی زندگی کا حصہ بن سکتی ہو' یہ ممکن ہے کیونکہ میں کبھی اشعال حیدر کی زندگی کا حصہ نہیں رہی۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"غلط فہمی نہیں ایلیاہ۔ میں تمہیں کسی سنگین غلطی سے بچانا چاہتی ہوں۔ اگر مجھے حق ہوتا تو اشعال حیدر صرف میرا ہوتا' مگر وہ میرے لیے نہیں اور تم میری بات سمجھ نہیں رہی ہو۔ اس نے تین برس قبل مجھ سے آخری بار بات کی تھی' اس کے بعد وہ مجھ سے رابطے میں نہیں مگر تب وہ تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ میں نے اس کا جنوں دیکھا تھا ایلیاہ...... اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتی' مجھے شرمندگی تھی کہ تم سے جھوٹ بولا' میں وہی کلیئر کرنا چاہتی تھی۔" دانیہ خان نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی۔ یہ سب اس کی حمایت کیوں کر رہے تھے۔ سب اس کا ذکر کیوں کر رہے تھے؟ وہ جس ذکر سے کنی کترا رہی تھی' ہر زبان پر وہی ذکر عام تھا۔

حارث آفندی کا آفس آ گیا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی تو وہ چونکی تھی پھر دروازہ کھول کر اتری اور عمارت میں داخل ہو گئی۔ لفٹ سے حارث آفندی کے آفس تک آنے تک صرف ایک ذکر اس کے ذہن میں تھا۔ صرف ایک نام تھا بس' اس نے سر جھٹکتے ہوئے جیسے اس ذکر کو ذہن سے نکال پھینکنے کی کوشش کی اور حارث کے روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونا چاہا تھا' مگر قدم وہیں ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ حارث آفندی اپنی پرسنل اسسٹنٹ کے ساتھ بزی تھا۔ دروازہ کھلنے پر وہ چونکا تھا۔ ایلیاہ میر کی طرف حیرت سے دیکھا تھا۔ اس کی پرسنل اسسٹنٹ کچھ دور ہوئی تھی۔ یہ وہ شخص تھا جسے اس نے چنا تھا۔ جسے دوسرا موقع دیا تھا۔ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا۔ حارث آفندی اس کی اچانک آمد پر حیران تھا' تبھی فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے پلٹی اور عمارت سے نکل آئی تھی۔ کچھ سچ کتنے کڑوے ہوتے ہیں اس کا ادراک اسے ہو گیا تھا۔

❖......○......❖

"مواقع ان لوگوں کو دینا چاہیے جو اس کے مستحق بھی ہوں۔ غلط لوگوں کو مواقع دے کر خود کو الزام دینا یا قصور وار ٹھہرانا دانش مندی نہیں۔" نانو نے اس کا سر پیار سے تھپکتے ہوئے کہا تھا۔ وہ نانو کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ خود کے غلط ثابت ہونے پر شرمندہ تھی۔ ممی اور نانو کی تو خیر تھی؛

ان شاء اللہ نومبر 2015ء میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگا

ماں، بیٹی، بہن، بہو کی یکساں پسند

بہنوں کے بے حد اصرار پر ان کے اپنے ماہنامہ آنچل کا ایک اور رخ
وہ سب کچھ جو بہنوں کو اپنے پن کا احساس دے
دل کو چھو لینے والی کہانیاں روح میں اتر جانے والی تحریروں
سے آراستہ آپ کا اپنا ماہنامہ

ماہنامہ آنچل
7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ، کراچی

مگر اشعال حیدر...... اس سے زیادہ وہ سوچ نہیں سکی تھی۔
اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اگر وہ کوئی نہیں تھا' یا اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی یا کوئی وابستگی نہیں تھی تو پھر وہ اس کے سامنے شرمندہ ہونے کا سوچ کر ہی کیوں ڈر رہی تھی......
اسے یہ احساس کیوں ہو رہا تھا کہ اس کے غلط ثابت ہونے پر وہ کوئی اطمینان ظاہر کرے گا یا اسے اس کی ہار یا پسپا ہونے کو طمانیت دے گا۔ اسے لگ رہا تھا ابھی وہ چلتا ہوا آئے گا اور اس کے مدمقابل کھڑا ہو کر پورے ازلی اعتماد سے مسکرائے گا اور جتائے گا کہ دیکھو ایلیاہ میر تم نے جو فیصلہ کیا تھا اس نے تمہیں پسپا کر دیا۔ اس نے رنگ اتار کر نانو کے ہاتھ میں تھمائی تھی۔
"حارث آئے تو اسے یہ لوٹا دیجیے گا۔ میں اس سے ملنا یا اس کا سامنا کرنا نہیں چاہتی۔" کہہ کر وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں آگئی تھی۔
سوچیں بہت الجھی ہوئی تھیں۔ اس نے کھڑکی کھول کر اندر کی کثافت کو کچھ کم کرنا چاہا۔ باہر آؤٹ ڈور لیونگ ایریا میں وہ ممی کے ساتھ بیٹھا کافی کے سپ لیتا شاید کوئی اہم بات ڈسکس کر رہا تھا۔ ایلیاہ کا کمرہ عین اس ایریے کے سامنے تھا' مگر وہ شاید اس طرف دانستہ نہیں دیکھ رہا تھا۔
ایلیاہ میر بے خبر کھڑی اس کی طرف جانے کیوں دیکھے گئی تھی۔ شاید ذہن ٹھیک سے بیدار نہیں تھا۔ یا پھر وہ اپنے حواس کو اختیار میں کر ہی نہیں پا رہی تھی یا پھر بے دھیانی میں ہی...... مگر وہ اشعال حیدر کی طرف تکے گئی تھی۔
یہ وہ شخص تھا جس نے اس کا مذاق بنایا تھا۔ اس کی محبت کو روندتے ہوئے گزر گیا تھا۔ خود تو ہنسا تھا' دوسروں کو بھی موقع دیا تھا کہ اس کا مذاق اڑائیں۔ اس کا وقار...... اس کی عزت...... اس کا کردار...... اس کا تشخص' اس شخص نے سب جیسے مسخ کر دیا تھا۔ وہ اس پر اعتبار کر بیٹھی تھی اور اس کے لیے تو سب مذاق تھا۔
"تمہیں محبت ہو گئی ہے کیا؟ اتنی کھوئی کھوئی کیوں رہنے لگی ہو ایلیاہ میر؟" وہ جب بہت دنوں تک اس کے سامنے نہیں آئی تھی تو وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا اور

ایلیاہ شہاب میر کے پاس ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی تھی۔
"کیا معاملہ ہے ایلیاہ...... تمہاری انگیجمنٹ ہوئی ہے نا؟"
"میں یہ نہیں چاہتی!" وہ فوراً بولی تھی۔
"مگر کیوں...... تمہیں کسی اور سے محبت ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔ "کہیں وہ میں تو نہیں؟"
"ڈونٹ بی اسٹوپڈ اشعال حیدر۔ تم جیسے بندے سے محبت نہیں ہو سکتی۔" وہ انکاری تھی۔
"جھوٹ بول رہی ہو تم......" وہ اسے رد کرتا ہوا بولا تھا۔
"میں جھوٹ نہیں بول رہی......"
"کیونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست تکتا ہوا مسکرایا تھا۔
"شٹ اپ اشعال' کچھ بھی بولتے ہو۔" وہ منکر تھی' جانے لگی تو اشعال نے کلائی تھام لی تھی۔
"تم خود کہو گی ایلیاہ شہاب میر! یاد رکھنا...... یہ محبت تمہیں اتنا بے بس کر دے گی کہ تم خود مجھ سے کہو گی...... اور......!" وہ جیسے اسے اکسا رہا تھا' وہ ساکت سی دیکھنے لگی تھی۔
"اور......؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے تکتا رہا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

وہ نہیں ملتا ایک بار ہمیں......!!
اور یہ زندگی دوبارہ نہیں......!!

"زندگی ایک بار ہے ایلیاہ میر! ایک بار جیتے ہیں' محبت سے ہاتھ کھینچنا پچھتاؤوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اگر کسی سے محبت ہے تو کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں...... ہو سکتا ہے وہ بھی اسی بات کا منتظر ہو کہ تم پہلا قدم لو...... آگے بڑھو...... اور وہ پذیرائی کرے؟" وہ ان آنکھوں میں جھانک رہا تھا...... اور وہ ہاتھ چھڑا کر یک دم ہی پلٹی تھی اور آگے بڑھ گئی تھی۔ دل اس ساتھ پر بہت دیر تک تیز تیز دھڑکتا رہا تھا۔ وہ دھڑکنوں پر اختیار نہیں رکھ پا رہی تھی...... نہ سوچ پر کوئی بندھ باندھ پا رہی تھی۔ سوچ کا ہر زاویہ اس شخص پر جا کر رک رہا تھا اور اس نے اس شام ریہرسل کے دوران جب اسکرپٹ

لکھنا تھا تو جانے کیوں وہ سب لکھ دیا تھا جو نہیں لکھنا چاہیے تھا' اسکرپٹ اس کا لکھا تھا' ایک ایک لفظ اس کے دل کی آواز تھا' اور جب ریہرسل میں اس نے وہی اسکرپٹ لفظ بہ لفظ کہہ بھی دیا تو کیسا مذاق بنا تھا اس کا......!!

وہ لمحہ بھلائے نہیں بھلا تھا' کتنی انسلٹ ہوئی تھی' سب نظریں اس پر تھیں اور ہر کوئی اس پر ہنس رہا تھا۔ اشعال حیدر نے کہا تھا ہاتھ بڑھاؤ گی تو پذیرائی ہوگی اور اس شام وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ اشعال حیدر خود پرست شخص تھا' وہ کسی سے محبت نہیں کرسکتا تھا...... ہر بات اس کے لیے مذاق تھی...... اس کا نسوانی وقار بری طرح مجروح ہوا تھا۔ یہ تھا اشعال حیدر...... جو اسے اکسا رہا تھا' سب کہنے پر' اور جب اس نے کہا تو اس نے ایلیاہ میر کو سب کے سامنے تماشا بنادیا تھا۔ وہ دن تھا جب اس نے اس کے بارے میں سوچا تھا...... اور اس کے بعد ہمیشہ اس کی نفی کی تھی' حارث سے انگیجمنٹ کرلی اور کبھی پلٹ کر بھی دوبارہ اس راہ کو نہیں دیکھا' وہ جب سب پیچھے چھوڑ آئی تھی تو راستے یک دم ہی اس کے تعاقب میں آنے لگے تھے۔ کوئی اسرار تھا یا کوئی بھید...... یا محبت میں ایسا ہی ہوتا ہے...... جب کوئی ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو دوسرا بے خود سا اس کی سمت کھینچنے لگتا ہے...... یہ محبت کا کوئی کلیہ تھا یا جو بھی مگر اس کی نظریں دیکھ رہی تھیں اشعال حیدر اس کی سمت متوجہ تھا۔ بے خود سا دیکھ رہا تھا۔ ممی اس آؤٹ ڈور ایریے سے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ وہ اکیلا وہاں بیٹھا تھا۔ یک دم ہی بارش ہونے لگی تھی۔ اشعال حیدر کی نظروں کا تسلسل نہ رکنے والا تھا' تبھی اس نے کھڑکی بند کردی تھی اور پلٹ کر روم سے نکل آئی تھی۔

"ایلیاہ بی بی! ممی آپ کو باہر بلا رہی ہیں۔ اشعال حیدر صاحب کے ساتھ آؤٹ ڈور ایریا میں بیٹھی ہیں۔" خدیجہ نے کہا تھا۔ اس نے سر ہلا دیا تھا۔ خدیجہ نے اس کی طرف چھتری بڑھا دی تھی۔ ایلیاہ نے تھامی اور باہر آگئی تھی۔ بارش تیز تھی تبھی اس نے چھتری کھول کر تھام لی اور اس طرح چلتی ہوئی اس Timber Frame سے بنے آؤٹ ڈور ایریا میں آگئی تھی جو خوب صورتی سے ڈیکوریٹڈ تھا۔ اشعال حیدر بدستور وہاں موجود تھا۔ اسے دیکھ کر کھڑا ہوا تھا۔ ایلیاہ میر نے کورڈ پلس کے نیچے کھڑے ہوکر چھتری کو بند کیا اور اس آؤٹ ڈور ایریا میں داخل ہوگئی تھی۔ ممی وہاں نہیں تھیں اور اسے اس بات کی حیرت تھی۔

"ممی کہاں ہیں؟" اس نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔ اشعال بنا جواب دیئے اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔ وہ مقابل آن کھڑی ہوئی اور تنک کر بولی تھی۔

"ممی کہاں ہیں؟ انہوں نے یہاں بلایا تھا مجھے اور......!" اشعال حیدر نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی اور اس سے آگے وہ ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔ سرد موسم کے باعث اس کا وجود کانپنے لگا تھا۔

"ایلیاہ میر میں جادوگر نہیں ہوں کہ کسی کو بھی غائب کردوں۔ آنٹی کسی کام سے اندر گئی ہیں۔" ایلیاہ میر نے ہمت کرکے اس کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے ہٹایا اور پلٹنے لگی تھی جب اشعال حیدر نے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ اس کا سر اس کے سینے سے آن ٹکرایا اور وہ اس کے بازوؤں میں تھی...... اشعال حیدر نے اس کے گرد

اپنا حصار باندھ دیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ نظروں میں غصہ تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے اشعال حیدر؟'' وہ گھورتے ہوئے خود کو اس کے بازوؤں کے حصار سے نکالنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ مگر وہ حصار اتنا مضبوط تھا کہ توڑنا یا باہر نکلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ وہ تھک کر گھورنے لگی تھی۔

''مجھے تم سے جن باتوں کی امید نہیں ہوتی ہے تم وہی کرتے ہو ہمیشہ اشعال حیدر۔ یہاں جھوٹ بول کر کیوں بلایا؟ اور یہ کیا حرکت ہے؟'' وہ ڈپٹتے ہوئے گھورنے لگی مگر وہ مسکرا رہا تھا۔ اتنی قربت تھی' اس کی دھڑکنوں کا شور وہ صاف سن پا رہی تھی بارش کی آواز کے ساتھ اس کی خاموشی بھی جیسے بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ اس پر اس کی نظریں...... جو ہمیشہ اسے مشکل میں ڈال دیتی تھیں۔ وہ اب بھی اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔ تبھی وہ بغور تکتے ہوئے اس کے چہرے سے بالوں کی لٹ ہٹاتے ہوئے بولا۔

''نظر چرا لینے سے کیا کچھ چھپا پاؤ گی ایلیاہ میر...... تمہیں خبر نہیں ہے مگر تمہاری یہ آنکھیں مجھ سے سب کہتی ہیں جو تم نہیں کہنا چاہتیں...... یادانستہ چپک کی مہریں لبوں پر لگائے ہوئے ہو۔ میں جانتا ہوں اس انکار کے پیچھے ایک واضح ہاں ہے...... ایک اقرار ہے...... تمہیں غصہ ہے تو نکالوں مجھ پر...... تم ان چج می...... ہٹ می...... نکل آنے دو اس غصے کو باہر...... مگر اس محبت کو اس طرح اپنے اندر مت دباؤ' میں اپنے کیے کی معافی مانگ چکا ہوں اور کیا چاہتی ہو تم؟ کسی کوتاہی یا غلطی کی سزا سزائے موت ہوسکتی ہے...... تو مار دو مجھے' کسی طرح تمہاری اس کھوکھلی انا کو سکون تو ملے گا نا؟''

''میں کوئی بات کرنا نہیں چاہتی اشعال!'' وہ اپنے اطراف سے اس کے بازوؤں کا گھیرا توڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

''ول یو میری می ایلیاہ میر!'' وہ اپنی گرفت اور مضبوط کرتے ہوئے بولا۔ اور وہ ساکت سی اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے عقیدت سے ایلیاہ میر کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کردی اور وہ گنگ رہ گئی تھی۔

''میں اور آنٹی یہی بات کر رہے تھے ایلیاہ' میں نے اپنے پیرنٹس کو کل یہاں بلوالیا ہے' میں چیزوں کو اور بکھرنے نہیں دینا چاہتا۔ تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں...... اور تم بھی یہ مزید ڈرامہ بند کرو' پانچ سال ویسٹ کروائے ہیں تم نے میرے اور نہیں کرنے دوں گا۔ تمہیں ابھی معاف نہیں کرنا تو شادی کے دس سال بعد معاف کردینا...... بٹ شادی ابھی ہوگی ایک ہفتے بعد...... کل ہم انگیجمنٹ کریں گے۔''

''وہاٹ......؟'' وہ چونکی۔ ''اتنی جلدی؟'' وہ بے دھیانی میں کہہ گئی۔

''انگیجمنٹ مسئلہ یہ ہے کہ میں سچا پکا مومن ہوں۔ دیسی لڑکا' تمہاری بدگمانی اتنی نقاوت سے دور نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے کچھ قربت ضروری ہے اور وہ قربت شادی کے بعد ہی نصیب ہوسکتی ہے۔'' وہ شرارت سے مسکراتا ہوا بولا۔ ایلیاہ میر اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی۔

''میں یہ شادی نہیں کروں گی۔'' اس نے مدھم آواز میں کہا۔

''تم سے کون پوچھ رہا ہے...... زبردستی اٹھا کر لے جاؤں گا نکاح کے بعد...... تمہاری جیسی خود پسند لڑکی کو جھیلنے کی ہمت اور کون کرسکتا ہے؟ یہ اشعال حیدر ہی ہے جو ایسا کرسکتا ہے۔ سو آرام سے ہاں کہہ دو......'' وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ ایلیاہ میر نے گہری سانس لی اور پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا مگر اس انکار کی نفی اگلے ہی لمحے ہوگئی تھی جب اس نے اپنا سر اشعال حیدر کے فراخ سینے پر رکھ دیا تھا۔ بارش کی آواز اس خاموشی کو توڑنے لگی تھی۔ محبت کی سرگوشیاں ہر طرف پھیلنے لگی تھیں۔ اشعال حیدر نے اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا اور بھی تنگ کردیا تھا۔ خاموشی سب کہہ رہی تھی۔ وہ بھی جو وہ دونوں اس لمحے کہنے سے گریز کر رہے تھے۔ ایلیاہ میر کو ایک طمانیت کا احساس ہوا تھا۔